# امیر خسرو

علی عباس حسینی




PDF By : Meer Zaheer Abass Rustmani

Cell NO : +92 307 2128068 - +92 308 3502081

# امیر خسرو

فلمی ڈھنگ کی ایک کہانی

علی عباس حسینی

ناشر:

پنجابی پُستک بھنڈار

دریبہ کلاں ۔ دہلی ۶

پہلا ایڈیشن

جنوری ۱۹۶۸

قیمت تین روپئے پچھتّر پیسے

طابع : ہندوستان لیتھو پریس دہلی (بہاری بھوجلہ)

# نذرِ عقیدت

(از منشی تلوک چند محروم مرحوم)

## بارگاہِ حضرت خواجہ امیر خسروؒ دہلوی

---

رکھی تھی خشتِ اول خوب قصرِ نظمِ اُردو کی
مبارک ہاتھ سے اے خسروِ شیریں زباں تو نے
سکھائی عندلیبانِ وطن کو نغمہ آرائی
بہ صد اندازِ نَو، اے طوطیٔ ہندوستاں تو نے
تڑپتے ہیں نواؤں پہ تری ہندو ہیں یا مُسلم
کہ بھر دی نالۂ ناقوس میں بانگِ اذاں تو نے
ادیبانِ سخن ور ہند کے ممنون ہیں تیرے
زبانِ تازہ دی اور ساتھ ہی حُسنِ بیاں تو نے
مئے حُسنِ ازل سب کو پلا دی ایک ساغر سے
مٹا دی میگساروں میں تمیزِ این و آں تو نے

# مقدمہ

امیر خسروؒ کے متعلق یہ کہانی نہ کوئی تاریخی چیز ہے اور نہ کوئی تحقیقی مقالہ۔ یہ اُن کہانیوں کا ایک گلدستہ ہے جو اُن کے سلسلہ میں عام طور پر مشہور ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کو ایک سلسلہ میں گوندھنے اور دلچسپ بنانے کے لیے میں نے خود بھی رنگ آمیزی کی ہے۔ اِس کی تکنیک بھی ناول، ڈراما یا موجودہ افسانے سے الگ ہے۔ یہ اُس ڈھنگ پر لکھی گئی ہے۔ جس میں کہانیوں کو فلمانے کے پہلے تحریری صورت دی جاتی ہے بہرحال یہ ایک نیا تجربہ ہے، ایک ایسے باکمال فرزند ہند کی یاد تازہ کرانے کا جسے لوگ آہستہ آہستہ بھولتے جا رہے ہیں۔ لیکن جسے یاد رکھنے ہی سے ہمیں اپنی متحدہ ثقافت کی صحیح اقدار کا احساس ہو سکتا ہے۔

کہانی میں جتنے کردار آئے ہیں وہ سب امیر خسرو کے ہم عصر تھے اور خود اُن سے متعلق جتنے ٹکڑے ہیں وہ چاہے اُن کی سخاوت کے بارے میں ہوں، چاہے اُنکی فارسی اور ہندی شاعری کے بارے میں، وہ سب وہی ہیں جو اُن کی طرف منسوب ہیں۔ ان کے چٹکلے، اُن کی پہیلیاں، اُن کی کہہ مکرنیاں۔ اُن کے گیت اب تک زبانوں پر چڑھے ہیں۔ اُن کی مادری زبان دلّی کی کھڑی بولی تھی۔ مگر وہ اُس وقت کی پنجابی، سندھی، سنسکرت، فارسی، ترکی، عربی زبانوں سے اچھی طرح واقف تھے۔

اور اُن میں شعر کہتے تھے۔ اُنہوں نے ایک سو کے قریب کتابیں لکھی ہیں ـــــ
اُنہوں نے گیارہ غلام اور پٹھان خاندانوں کے بادشاہوں کا زمانہ دیکھا اور وہ سات بادشاہوں کے درباری شاعر رہے ہیں کہا جاتا ہے کہ طبلے اور ستار کے موجد وہی ہیں۔ اُنہوں نے پہلی دفعہ ایرانی اور ہندوستانی موسیقی کو ملا کر ایک نیا روپ دیا۔ عام خیال ہے کہ اِس سلسلہ میں اُنہوں نے چوبیس راگ راگنیاں ایجاد کی ہیں کہتے ہیں کہ قول، قلبانہ (قوالی) ترانہ۔ خیال اور املین اُنہیں کی ایجادیں ہیں۔

باوجود اِس کے کہ وہ سات بادشاہوں کے مصاحبِ خاص رہے، اُن کی زندگی ہمیشہ فقیرانہ رہی۔ وہ حضرت نظام الدین اولیاؒ کے ایسے مرید تھے جن پر آپنے پیر [illegible]
ہر رات عبادتِ الٰہی میں گزاری، باوجود "امیر" کے خطاب کے وہ عوام کے آدمی تھے، وہ اُن کے تیج تہواروں، میلوں ٹھیلوں میں اِسی طرح شریک ہوتے تھے اور اُنہیں اسی طرح جوش و خروش سے مناتے تھے جس طرح ایک معمولی سے معمولی ہندوستانی اِن تہواروں کو مناتا ہے۔ وہ اپنے ملک سے بے انتہا محبت کرتے تھے اور اُنہوں نے اپنی مثنوی میں دس اہم وجہیں بیان کی ہیں جن کی بنا پر ہمارا ہندوستان دُنیا کے سارے ملکوں سے برتر و بہتر ہے افسوس ہے کہ اُن کی ہندی شاعری جس میں تقریباً تین لاکھ شعر تھے کسی کتاب میں محفوظ نہیں رہی۔ فارسی شاعری اور دوسری تصنیفات میں سے بھی صرف بیس اکیس کتابیں مختلف ملکی اور غیر ملکی کتب خانوں میں باقی رہ گئی ہیں۔

اُن کا پورا نام ابوالحسن تھا "خسرو" اُن کا تخلص اور "امیر" اُن کا خطاب تھا۔ وہ پٹیالی، ضلع ایٹہ میں ۱۲۵۲ء میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد کا نام امیر سیف الدین تھا اور اُن کے نانا دِلّی کے وزیر عماد الملک تھے۔ باپ نے بچپن ہی میں انتقال کیا۔ نانا کے ساتھ دِلّی میں رہے اور وہیں تعلیم کی تکمیل کی۔ نانا کے مرنے کی وجہ سے اُنہیں اُنیس بیس برس کی عمر ہی سے فکرِ معاش کرنا پڑی۔ چونکہ عالم بھی تھے شاعر بھی، حاضر جواب بھی تھے اور بذلہ سنج بھی اِس لیے اُنہیں ملازمت ملنے میں دِقّت نہ ہوئی۔ پہلے بلبن کے بھتیجے کے مصاحب بنے، پھر اُس کے چھوٹے بیٹے بغرا خاں کے، اُسکے بعد سلطان محمد اور اُس کے بڑے بیٹے کے، جب وہ ایک جنگ میں مارا گیا تو اُنہوں نے اُس کی موت پر ایک مرثیہ کہا۔ جو بلبن بادشاہ تک رسائی کا ذریعہ بنا۔ بلبن کے بعد اُس کے پوتے کیقباد کے درباری شاعر رہے پھر جلال الدین، علاء الدین، قطب الدین، غازی تغلق کے درباروں سے بھی یہ رشتہ قائم رہا۔ جب محمد تغلق تخت نشین ہوا تو اُس کی حکومت کی ابتدا ہی میں اُن کے پیر نظام الدین اولیاؒ کا وصال ہو گیا۔ پانچ مہینہ بعد ۱۳۲۵ء میں خسرو بھی راہیِ جنت ہوئے۔

ہندوستان نے ایسا صاحبِ کمال ادھر ایک ہزار برس کے اندر نہیں پیدا کیا۔ اِس کہانی میں اُسی عظیم شخصیت کی جو ہمارے لیے ہر طرح قابلِ فخر تھی، ایک جھلک پیش کی گئی ہے۔

# افرادِ قصّہ

۱۔ امیر خسرو: گورا رنگ، دراز قد، سن چونتیس پینتیس برس۔

۲۔ کیقباد: شہنشاہِ دہلی۔ بیمار دلاغر۔ نوجوان۔

۳۔ جلال الدین خلجی: وزیرِ اعظم۔ عمر ستر برس۔

۴۔ ارکلی بیگ: جلال الدین کا بیٹا۔ مغرور۔ بداطوار

۵۔ علاء الدین خلجی: جلال الدین کا بھتیجا اور داماد، طاقت ور، چالاک اور ذہین۔

۶۔ نائک گوپال: اُس زمانہ کا سب سے بڑا گویّا، عمر ساٹھ سے زائد

۷۔ [illegible]: ایران کا سب سے بڑا گویّا، عمر تقریباً پچاس سال

۸۔ امیر حسن: فارسی غزل کے سعدیِ ہند۔ امیر خسرو کے پیر بھائی۔

۹۔ مُرادی لال: امیر خسرو کا مرید سیٹھ۔

۱۰۔ بیگم: امیر خسرو کی بیوی عمر تقریباً تیس سال۔

۱۱۔ بدر: امیر خسرو کی تیرہ برس کی بیٹی۔

۱۲۔ مہر افروز: ایرانی رقاصہ

۱۳۔ چھمّو: ساقن۔ چنچل۔ شوخ۔ عمر تقریباً پچیس سال

۱۴۔ اجیت سنگھ اور دوسرے ڈاکو۔

۱۵۔ نوکر چاکر۔ ماما۔ دائیاں، خواص۔ قلندر، درویش، پانی بھرنے والیاں، سپاہی دس بارہ برس کے کئی بچے، وغیرہ۔

# پہلا سین

وقت ــــــ دن ۔ تقریباً دس بجے
مقام ــــــــــــ شہر دہلی

[ شہر کے چوک میں ایک بڑا سا پیڑ ہے۔ اُس کے گرد ایک پختہ چبوترہ ہے وہاں ایک ڈگی پیٹنے والا ڈگی پیٹ رہا ہے۔ چبوترے کے اوپر اور اس کے گرد ایسا مجمع ہے جس میں ہر طرح اور ہر سن وسال کے لوگ موجود ہیں، بچے، جوان، بوڑھے، امیر، غریب، تاجر، درویش، قلندر وغیرہ وغیرہ عوام سے ذرا ہٹ کر کچھ قلندر، کچھ موسیقار کھڑے ہیں۔ اُن کی مخالف جانب کچھ شعراء اور اُمراء کھڑے ڈگی پیٹنے والے پر نظر جمائے ہیں۔ قلندروں کی شناخت ان کے لمبے گیروے کرتوں اور اونچی

منیار نما گلاہوں سے ہوتی ہے۔ موسیقار مختلف آلاتِ موسیقی سے، جو وہ اپنے ہاتھوں میں لئے ہیں یا کندھوں پر لٹکائے ہیں، پہچانے جا سکتے ہیں۔ شعراء کے سر پر پگڑیاں ہیں اور کمر میں سیفیں اور امراء کے ہاں پگڑیوں میں کلغیاں لگی ہیں۔]

ڈھنڈورچیا: (ڈگی بجاتے ہوئے) کڑام دھڑام، کڑام دھڑام، کڑام دھڑام۔۔۔!
(سیدھا ہاتھ مع چوب کے بلند کر کے) ملک اللہ کا، حکم ظل اللہ، شہنشاہ کیقباد کا۔ دِلّی والو! جانِ ہند، دارالخلافہ میں بسنے والو! دو خوش خبریاں سنو، دو خوشخبریاں!
کڑام دھڑام، کڑام دھڑام، کڑام دھڑام۔

مجمع میں سے ایک: ارے یار یہ اپنی کڑام دھڑام بند کرو، جلد خوشخبری سناؤ۔

ڈھنڈورچیا: ذرا دم لوجی! سُنا رہا ہوں۔ (جیب سے ایک پُرزہ نکالتا ہے۔ اس پر نظر ڈالتا ہے۔ پھر ڈگی پیٹتا ہے) کڑام دھڑام، کڑام دھڑام، کڑام دھڑام (ہاتھ بلند کر کے) البیلی دِلّی والو! سُنو، سنو! پہلی خوشخبری سُنو! ہمارے رعایا پرور شہنشاہ نے ظالم اور غاصب نظام الملک کو وزیر الممالک کے عہدے سے برطرف کر دیا اور اُس کی جگہ۔۔۔۔۔ (ڈگی پیٹ کر) کڑام دھڑام کڑام دھڑام، کڑام دھڑام اعدالت پناہ، جلالت مآب سپہ سالارِ اعظم جلال الدین خلجی کو وزیرِ سلطنت مقرر کیا۔ کہو شہنشاہ کیقباد زندہ باد!"

مجمع: شہنشاہ کیقباد زندہ باد! شہنشاہ کیقباد زندہ باد!

ڈھنڈورچیا: (پرچہ دیکھ کر ڈگی پیٹ کر) کڑام دھڑام، کڑام دھڑام، کڑام دھڑام! دِلّی والو، شعر و ادب کے مرکز دارالخلافہ میں رہنے والو! دوسری خوشخبری

بھی سُنو! حاتم سے برتر، دریا دل شہنشاہ عالی جاہ نے اعلان کیا ہے
کہ ہمارے جان سے عزیز، امیر خسرو کو اُن کی مثنوی "قرآن السعدین" کے
بدلے میں مُنہ مانگا سونا انعام میں دیا جائے گا۔

**مجمع:** شہنشاہ کیقباد زندہ باد! شہنشاہ کیقباد زندہ باد!

**ڈھنڈورہیا:** (ڈگی پیٹ کر) کڑم دھڑم، کڑم دھڑم، کڑم دھڑم! (مجمع
چُپ ہو جاتا ہے) ارے پوری بات تو سُن لو!

**مجمع میں سے ایک:** ارے کیا اور کوئی خوشخبری رہ گئی ہے۔

**ڈھنڈورہیا:** ہاں امیر خسرو اپنی یہ مثنوی لے کر دلّی آرہے ہیں۔۔۔۔

**ایک قلندر:** (دوسرے کو کہنی مار کر) مجے (مزے) ہیں، یار! مجے ہیں۔

**دوسرا قلندر:** ہاں، امیر کو مِلا تو سمجھو اپنا ہی مال ہے۔

**تیسرا قلندر:** (اُچھل کر) ہاں ہاں، ہمیں میں تو بٹے گا! مجے ہیں یار! سچ مُچ
مجے ہیں!

**ڈھنڈورہیا:** (ڈگی پیٹتے ہوئے) کڑم دھڑم، کڑم دھڑم، کڑم دھڑم! رنگیلی
دِلّی والو! ہمارے کرم گستر رعایا پرور شہنشاہ کا حکم ہے کہ اُن کی وفادار
رعیت اِن خوشیوں کو شایانِ شان طریقے پر منائے۔ محفلیں کی جائیں، بزمیں
آراستہ ہوں، دُکانیں سجائی جائیں، میلوں ٹھیلوں کا انتظام کیا جائے۔ پورے
طور پر جشن منایا جائے اور شہر بھر میں اس طرح چراغاں ہو کہ گھر گھر جگمگا اُٹھے۔

**مجمع:** ایسا ہی ہوگا۔
شہنشاہ کا حکم سر آنکھوں پر۔

شہنشاہ کیقباد، زندہ باد !

شہنشاہ کیقباد، زندہ باد !

(مجمع منتشر ہونے لگتا ہے)

ڈھنڈوریا: کڑم دھڑم، کڑم دھڑم، کڑم دھڑم ! ملک اللہ کا......

(آواز دور ہوتی چلی جاتی ہے)

---

# دوسرا سین

وقت ———— دن

مقام ———— شہر کی سڑک

(سڑک پر دو لڑکے اُچھلتے کودتے چلے جا رہے ہیں)

**دونوں:** (چیختے ہوئے) آ رہے ہیں! آ رہے ہیں! خسرو بابا آ رہے ہیں!

(وہ گلی کے موڑ پر گئی اور لڑکے مل جاتے ہیں)

**آنے والوں میں سے ایک:** ابے کون آ رہا ہے؟

**پہلا لڑکا:** بابا!

**پوچھنے والا:** کون ہے تیرا بابا!

**پہلا:** تمہیں بوجھو!

**تیسرا:** (ہنس کر) ارے اُن کر تو نہیں کہہ رہا ہے جو پہیلیاں بجھاتے ہیں؟

پہلا: ہاں وہی!

پوچھنے والا: تو یہ کیوں نہیں کہتا کہ سارے ملک کے لڑکوں کے بابا، امیر خسرو! امیر خسرو!

چوتھا: تو آؤ چلیں شہر کے صدری دروازے پر۔ اُن کے شہر میں داخل ہوتے ہی بالکل نئی پہیلی اُن سے بجھانے کو کہیں گے۔

سب: ہاں ہاں وہیں چلو! (پھر سب ہاتھ میں ہاتھ دے کر ایک حلقہ سا بناتے ہوئے) آرہا ہے، آرہا ہے! پہیلی والا آرہا ہے! ہمارا اپنا بابا آرہا ہے!

(سب اُچھلتے کودتے نکل جاتے ہیں)

---

# تیسرا سین

وقت ——— دن

مقام ——— درگاہ

(نظام الدین اولیار کی درگاہ کے پھاٹک پر بہت سے درویش بیٹھے ہیں۔ اُن کے پاس دو قلندر دوڑتے اُچھلتے آتے ہیں۔ اور تقریباً ناچتے ہوئے کہتے ہیں —)

قلندر : آریا، آریا! درویشوں کا رکھوالا آریا! قلندروں کا مولا آریا! آریاری آریا!

ایک درویش : ذرا آپے میں رہ کر بتا بابا! کون آریا ہے؟

قلندر : وہی ہمارا پیر بھائی، اپنے خواجہ کا سب سے بڑا چیلا، امیر خسرو، اور کون؟

درویش : اُس کے قدم آئے تو ہمارے بخت جاگے۔ آؤ چلو! اپنے خواجہ کو

خوشخبری سُنائیں!

**قلندر اور درویش:** (سب مل کر) آریا، آریا، اپنے پیر کا چھیتیا، فقیروں کا فقیر، امیر خسرو آریا، آریا ری آریا!

**ایک درویش:** (خوشی میں تالی بجا کر) اب یہ درگاہ اُن کے ترانے اور قلبانے سے گونجے گی ——— واہ واہ ——— کیا کہنے ہیں! کیا کہنے!

(سب مل کر قوالی کے ڈھنگ سے گاتے ہیں)

توں تو ہمارا یار رہے، تجھ پر ہمارا پیار رہے
تجھ دوستی بسیار ہے، اِک شب ملو تم آئے کر
میں جاں، طلب تیری کروں، دیگر طلب کس کی کروں
تیری جو چنتا دل دھروں، اِک دن ملو تم آئے کر
اِک دن ملو تم آئے کر، اے وائے، اِک دن ملو تم آئے کر
اِک شب ملو تم آئے کر، اے وائے اِک شب ملو تم آئے کر
اِک شب ملو تم ...........!

# چوتھا سین

وقت ———— دن

مقام ———— ایک عالیشان عمارت کا ہال

( ہال میں علمار و شعرار کا مجمع ہے۔ اُن کے سروں پر سفید و سیاہ عمامے ہیں اور بر میں عبائیں اور قبائیں۔ اور شعرار کے ہاں جامے اور پگڑیاں۔ اُن کی کمر میں تلواریں یا سیفیں بندھی ہیں۔ علمار کی کمر اسلحوں سے خالی ہیں۔

( ڈگی سننے والوں میں سے ایک داخل ہوتا ہے

آنے والا: صاحبو! مبارک ہو، سلطان علم و ادب آرہا ہے۔ شاعر خسرو لقب آرہا ہے۔

ایک: ارے کب؟

آنے والا: بس آج بالکل ــــ (ذرا رک کر) اور مزے کی بات تو سنو!

دوسرا: وہ کیا؟

آنے والا: ظل اللہ نے اُن کی مثنوی "قرآن السعدین" کے انعام میں اعلان کیا ہے کہ امیر خسرو جتنا سونا مانگیں گے وہ شاہی خزانے سے عطا کیا جائے گا!

تیسرا: بڑا ادب نواز ہے ہمارا شہنشاہ!

چوتھا: اجی امیر کا کلام اِسی قدر افزائی کا مستحق ہے۔

آنے والا: اور کیوں بھول جاتے ہو کہ اُن کا دل اُن کے کلام سے بھی زیادہ بڑا ہے۔ اُن کو مِلا تو گویا ہم سب کو مِلا۔ جس کو ضرورت ہو اُن سے مانگ لے!

دوسرا: سچ کہتے ہو یار! اُن کے بارے میں کیا خوب ہمارے خواجہ نے پیشینگوئی کی ہے ؎

خسرو کہ بنظم و نثر مثلش کم خاست[۱] ملکیتِ ملکِ سخن آں خسرو راست
آں خسروِ ماست، ناصر خسرو نیست زیرا کہ خدائے ناصرِ ایں خسرو ماست

پہلا: واہ، واہ! حرف بحرف صحیح ہے۔

دوسرا: وہ ملک سخن ہی کا خسرو نہیں، ہمارے دلوں کا بھی خسرو ہے۔ اے آمدنش باعثِ آبادئ ما[۲]

---

۱۔ وہ خسرو کہ نظم و نثر میں جس کا مثل کم ہوا، اُسی خسرو کیلئے ادب و شعر کی بادشاہت درست ہے، یہ خسرو ہمارا خسرو ہے۔ ناصر (بادشاہ) خسرو نہیں ہے۔ ہمارا خسرو اُس ناصر خسرو کا بھی مالک ہے یا یہ کہ خدا ہمارے خسرو کا خاص طور سے مددگار ہے۔ (لفظ خسرو کے معنی بھی بادشاہ کے ہیں)

۲۔ واہ کیا کہنا اُسکے آنے کا۔ اس کے تشریف لانے میں تو ہماری آبادی ہے۔

# پانچواں سین

وقت ——— دن

مقام ——— ایک کمرہ

(بہت سے مغنی ایک جگہ بیٹھے ہیں۔ مختلف آلات موسیقی مثل وینا، بانسری طبلہ، طنبورہ، عود، اِکتارہ وغیرہ اُنکے سامنے رکھے ہیں یا ہاتھوں میں ہیں۔ طبلہ اور ستار سب سے نمایاں مقام پر رکھے ہیں۔ ——— ایک موسیقار داخل ہوتا ہے۔)

موسیقار: آ رِیا، آ رِیا، راگوں کا رسیا آ رِیا!

کئی: (بیک وقت) کون آ ریا ری کون آ ریا؟

آنے والا: (طبلہ اور ستار کی طرف اشارہ کر کے) اِنکا ایجاد کرنیوالا اور کون!

راگ کا بادشاہ، ترانوں والا اُستاد خسرو!

سب : (تالیاں بجاکر) ارے واہ، ارے واہ!

(اور سب مل کر امیر خسرو کا بنایا راگ گانے لگتے ہیں۔)

سب گھر آنند بدھاوا لاری مالنیاں

پھولن دے سہرا، سب جگ میں بھیو اُجیارا

جب حضرت جنم پایو، سب منگل گایو!

سب منگل گایو، سب منگل گایو

سب گھر آنند.....

# چھٹا سین

وقت ———— رات
مقام ———— قہوہ خانہ

( شہر میں ہر طرف چراغاں ہے۔ بالکل دیوالی کا سماں ہے۔ ہر گھر مختلف قسم کی روشنیوں سے جگ مگ جگ مگ کر رہا ہے۔ ہر مکان سے ہنسی، قہقہے، شعر خوانی یا سرود و نغمہ کی آوازیں آ رہی ہیں۔

ایک قہوہ خانہ کے اندرونی حصّے میں مختلف طرح کے بڑے چھوٹے تخت لگے ہیں۔ اُن پر بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے کچھ کلچہ اور کباب کھا رہے ہیں۔ کچھ پُلاؤ پر لمبے لمبے ہاتھ مار رہے ہیں۔ کچھ قہوہ پی رہے ہیں۔ چھینو ساقن

گا رہی ہے اور ناچ ناچ کر حقہ پلا رہی ہے، اُس کا گانا بھی امیر خسرو ہی کی آمد سے متعلق ہے۔ "میرا امیر آرہا ہے، میرا پیارا آرہا ہے۔" یہیں ایک تخت پر مسند بچھی ہے، اُس پر ایک خوش رو جوان بیٹھا ہے، یہ امیر خسرو کا دوست امیر حسن ہے۔ وہ چھمّو پر عاشق ہے اور اس معمولی قہوہ خانہ میں اپنی ذی کے خلاف اُسی کے دیدار سے آنکھیں سینکنے برابر آتا رہتا ہے۔ اس وقت بھی جب کوئی چھمّو کے گانے پر خوش ہو کر ایک جتیل دیتا ہے تو وہ ایک سکّہ سونے کا پیش کرتا ہے۔ چھمّو بار بار حسن کی اس سخاوت بے جا کو ناگوار نظروں سے دیکھتی ہے اور بالآخر وہ پاؤں ٹپکتی ہوئی اُسکے تخت کے پاس آکر کھڑی ہو جاتی ہے۔ حسن اپنی ساری جیبیں خالی کر کے پانچ اشرفیاں ہتھیلی پر رکھ کر پیش کرتا ہے چھمّو ہاتھ جھٹک دیتی ہے۔ اشرفیاں گر کر بکھر جاتی ہیں۔]

**چھمّو:** یہ کیوں اپنے آپ کو برباد کر رہے ہو، امیر حسن!

**حسن:** (جھوم کر) اسی بربادی کے ذریعہ تو آبادی کی اُمید ہے۔ بس ایک تمہاری ہاں پر خزاں بہار میں بدل سکتی ہے۔

**چھمّو:** (جھنک کر) سو بار کہہ دیا کہ یہ خیالِ خام ہے حسن کو دل دیا، بس یہ جسم اُسی کا ہے۔

**حسن:** (خوشامد کے لہجہ میں) ارے اُنہیں کا والہ و شیدا تو میں بھی ہوں، مجھ سے نکاح کر لوگی تو ہم دونوں ایک ساتھ اُس مَیت کو پوجیں گے۔

چھمّو: (جھلا کر فرش پر پاؤں مارتی ہوئی) مجھے کسی کے ساتھ واتھ کی ضرورت نہیں۔ (اور گانے لگتی ہے)

کافرِ عشقم مسلمانی مرا درکار نیست ہر رگِ من تار گشتہ حاجتِ زنّار نیست[1]
از سرِ بالینِ من برخیز اے ناداں طبیب دردمندِ عشق را دارو بجز دیدار نیست[2]
شاد باش اے دل کہ فردا بر سرِ بازارِ عشق مژدۂ قتل است گرچہ وعدۂ دیدار نیست[3]

[4]- خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی می کند
آرے آرے می کنم! با خلق عالم کار نیست

(مجمع سے "ماشاء اللہ" "سبحان اللہ کیا کہنے ہیں" کا غلغلہ بلند ہوتا ہے)

حسن: (چھمّو سے) ایسا ہی ہے تو مقطع میں سے تخلّص بھی بدل دو!

---

[1] میں محبت و عشق کا کافر ہوں (یعنی میں محبت کی سرشاری میں ایک وجود کے سوا سب سے انکار کرتا ہوں) مجھے اسلام کی ظاہری شریعت کی ضرورت نہیں۔ مجھے جنیو پہننے کی بھی ضرورت نہیں، اس لئے کہ میرے جسم کی نس نس جنیو بن گئی ہے۔

[2] اے بیوقوف طبیب (حکیم)، میرے سرہانے سے اُٹھ جا۔ عشق و محبت کے بیمار کی دوا سوائے دیدارِ معشوق کے اور کچھ نہیں ہے۔

[3] اے دل خوش ہو کہ کل محبت کے کھلے بازار میں مجھے قتل کئے جانے کی خوشخبری سُنائی گئی ہے۔ گو یہ ضرور ہے کہ اس موقع پر بھی اُس کے دیدار سے فیضیاب ہونے کا وعدہ نہیں ہے۔

[4] دُنیا کہتی ہے کہ خسرو بُت پرستی کرتا ہے۔ ہاں ہاں، میں بُت پرستی کرتا ہوں۔ مجھے دُنیا کے کہنے (بُرا بھلا کہنے کی) پروا نہیں ہے۔

چھمّو: (مسکرا کر سلام کرتی ہے) جائے استاد خالی است (پھر مقطع یوں گاتی ہے)

خلق می گوید کہ چھمّو بُت پرستی می کند[۱۵]

آرے آرے می کُنم! با خلق عالم کار نیست

(اور امیر حسن کو ٹھینگا دکھا کر چھم چھم کرتی باہر نکل جاتی ہے)

---

۱۵ دُنیا کہتی ہے کہ چھمّو بُت پرستی کرتی ہے (یعنی خسرو کو پوجتی ہے) ہاں ہاں میں کرتی ہوں۔ (میں خسرو کو پوجتی ہوں) دُنیا کو بکنے دو مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔

# ساتواں سین

وقت ـــــــــــ صبح

مقام پٹیالی ـــــ (ضلع ایٹہ کا ایک قصبہ)

[ امیر خسرو کا گھر، پختہ چار دیواری۔ بڑا سا پھاٹک، اونچی نشستین کا شاندار مکان، مگر جگہ جگہ سے دیواروں کی استرکاری اُکھڑی ہوئی۔ بے مرمت، لکھوری انٹیں جھانکتی ہوئی، کونوں میں جالے لٹکتے ہوئے مردانہ و زنانہ دو حصے۔ زنان خانہ میں جانے کی لمبی ڈیوڑھی۔ اندر کا صحن مردانے حصے سے بھی بڑا، بڑے بڑے دالان اندر دالان مگر پرانے بوسیدہ، دو ایک کی دھنیاں لٹکتی ہوئی، گھر کا سامان بھی سیا ہی پرانا۔ صدر دالان کی بغل میں ایک کمرہ۔ اس میں تختوں کا ایک چوکا

جس پر ایک میلی سی چادر بچھی ہے۔ اُس پر بہت سی کتابیں بے ترتیب پڑی ہیں۔ امیر خسرو اسی تخت پر ایک میلے سے گاؤ تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔ ( سن تقریباً پینتیس سال، دراز قد، خوش رو۔ زلفیں رکھائے ہوئے۔ سیاہ داڑھی یکمشت و دو انگشت، چوڑی پیشانی پر سجدوں کا سیاہ نشان، بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں بلا کی چمک۔ بالکل درویشانہ شان سے لمبا کرتا اور تہمد زیب تن ) اُن کے سامنے ایک اِکتارہ اور طنبورہ ہے اور ہاتھ میں ایک ستار، وہ طنبورہ کو دیکھتے جاتے ہیں، ستار کے تاروں کو کستے جاتے ہیں کان کے قریب لے جا کر ہر تار کی آواز بجا کر سُنتے ہیں بالآخر انکی آواز سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اُن کا چہرہ خوشی سے گلنار ہو جاتا ہے۔ اور وہ ستار پر جھوم جھوم کر ایک راگ سازگری بجانے لگتے ہیں اور گاتے ہیں۔

چنگے کام ہووے آسان۔ نت چین بن بیٹھے ہی ۔ دربار ہووے اَپن آرام۔ اولیا کے چرن پر ہووے شام۔ تت چین مٹ ٹ، دلدر دھام

# آٹھواں سین

وقت ـــــــــــــ صبح

مقام ـــــ امیر خسرو کے کمرہ کا دروازہ اور کمرہ

(کمرے کے دروازے کے پیچھے سے کئی بچے جھانک رہے ہیں۔ اُنکی سرگروہ ایک تیرہ برس کی لڑکی ہے۔ جس کا جسم آغاز شباب کی چغلی کھا رہا ہے، مگر جس کے چہرے پر اب تک بچوں جیسا بھولا پن ہے، وہ تمام بچوں کو ہونٹوں پر انگلی رکھ کر بار بار بولنے سے روکتی ہے۔ جیسے ہی امیر خسرو "گانا" ختم کرتے ہیں۔ سب بچے لڑکی کے روکنے کے باوجود ایک دوسرے کو ڈھکیلتے ہوئے کمرے میں گھس جاتے ہیں)

سب بچے: ہم نے۔ ہم نے پہیلی بوجھ لی ہے بُھٹا ہے۔ بُھٹا!

خسرو: (مسکراکر) اچھا' اچھا' اس وقت جاؤ۔ میں کام کر رہا ہوں۔

سب سے چھوٹا: تو آم تو دو سلی پہیلی بتا دیجئے (تو ہم کو دوسری پہیلی بتا دیجئے)

خسرو: (ہنس کر۔ اُس کے گال پر ایک انگلی مارتے ہیں) اچھا تو دو سلی لیجئے۔

فارسی بولی آئی نہ ترکی ڈھونڈھی پائی نہ
ہندی بولوں آرسی آئے خسرو کہے کوئی نہ بتائے

بچے: فارسی بولی آئی نہ ترکی ڈھونڈھی پائی نہ
ہندی بولوں عارسی آئے (ع کی قرأت سے)

خسرو: ع سے نہیں' الف سے۔ آرسی آئے۔

بچے: ہندی بولوں آرسی آئے خسرو کہے کوئی نہ بتائے

چھوٹا: (ننھی مٹھی اُٹھاکر) ام حلول بتائیں گے (ہم ضرور بتائیں گے)

خسرو: بہت اچھا سرکار آپ ضرور بتایئے۔ لیکن اِس وقت تو یہاں سے تشریف لے جایئے۔

(وہ ایک مجلد کاپی اُٹھا لیتے ہیں۔ سب سے بڑی لڑکی سب بچوں کو باہر ہنکا لے جاتی ہے' اُن میں سے کئی سر کھجاتے پہیلی دوہراتے باہر چلے جاتے ہیں)

# نواں سین

وقت ـــــــ صبح مائل بہ دوپہر

مقام ـــــ امیر خسرو کے مکان کا مردانہ حصہ

(خسرو کے مردانے حصۂ مکان میں سیٹھ مُراری لال آتا ہے۔ ٹھنگنا موٹا، ہلکی سی توند، سر پر مارواڑیوں والی پگڑی، بر میں چپکن اور دھوتی۔ پاؤں میں چپل۔ ملازم اسے دیوانخانے میں لے جا کر بٹھاتا ہے)

**ملازم:** تشریف رکھو سیٹھ جی! کیا امیر کو اطلاع کردوں یا کوئی اور کام لائے ہے)

**سیٹھ مُراری لال:** نہیں امیر ہی کے درشن کو حاضر ہوا ہوں۔

**ملازم:** اچھا تو میں اطلاع کرائے دیتا اوں۔ (رہوں)

# دسواں سین

وقت ——— صبح مائل بہ دوپہر

مقام ——— مردانہ حصہ مکان

(ملازم زنانی ڈیوڑھی کے پھاٹک پر جہاں بڑا سا ٹاٹ کا پردہ پڑا ہے، آ کر پکارتا ہے۔)

ملازم : خیراتن بوا! خیراتن بوا!

خیراتن : (اندر ہی سے) کیا ہے کریم!

(آہستہ آہستہ پردے کے قریب آنے کی چاپ سنائی دیتی ہے)

ملازم : ارے بوا امیر کی بارگاہ میں عرض کر دو سیٹھ مُراری لال آیا ہے!

خیراتن : (پردہ کے پاس پہنچ کر اس سے جھانک کر) ارے صبح صبح کہاں

آیا سیٹھ!

**ملازم:** اجی تقاضے کیلئے آیا ہوگا اور کیا۔ چار مہینے سے اس کا حساب نئیں (نہیں) دیا گیا۔

**خیراتن:** تو اُسے کسی بہانے سے ٹالو۔

**ملازم:** نئیں نئیں، تم اطلاع ضرور کردو۔ نئیں تو بعد میں امیر کو مالوم اوگا تو تو وہ خفا اونگے۔

**خیراتن:** اچھا تو میں بیگم صاحبہ سے کہتی ہوں۔ وہی اُس کمرے میں اِس وقت جاسکتی ہیں۔ امیر کچھ لکھ پڑھ رہے ہیں۔

**ملازم:** اجی تو وہ خالی کب رہتے ہیں، لکھتے پڑتے اونگے، یا اللہ اللہ کرتے اوں گے۔

---

# گیارھواں سین

وقت ـــــــــ دس بجے دن

مقام ـــــــــ امیر کا کمرہ

(امیر خسرو اپنے تخت پر بیٹھے، زانو پر ایک کتاب رکھے اس میں کچھ لکھ رہے ہیں۔ اُن کی بیگم داخل ہوتی ہے۔ سن کوئی تیس سال۔ دراز قد، حسین و متین، لمبا سادہ دوپٹہ سر و سینہ ڈھانکے ہوئے۔ چست آستینوں کا لمبا کُرتہ، شلوار، گھتیلی جوتی)

بیگم : سرتاج! آپ یونہی بیٹھے لکھا کرینگے کہ گھر بار کی بھی کچھ فکر کرینگے؟

(خسرو کوئی مصرعہ گنگناتے ہوئے ہاتھ سے نہ بولنے، اور

چلے جانے کا اشارہ کرتے ہیں۔ بیوی کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھتے
بھی نہیں۔ وہ جھپٹ کر کتاب چھین لیتی ہیں)

خسرو: ہیں ہیں! ارے یہ میرے کھلیان پر بجلی کیوں گرائی گئی؟

بیگم: آپ کی یہی بے پروائیاں تو میری جان کا روگ بن گئی ہیں۔

خسرو: ارے میں اور تم سے بے پروا! تم ہی تو میری جان ہو، میری روح ہو۔ میرے جسم کی تازگی، میرے دماغ کی بالیدگی! ........

بیگم: (مسکراکر) اچھا اچھا، بہت باتیں نہ بنایئے، ذرا کمرے سے باہر نکلئے وہ آپ کا مُراری لال آیا ہے۔

خسرو: بڑا دوست آدمی ہے صبح شام دو پھیرے ہر روز کر جایا کرتا ہے۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو اُس سے کہہ دو، مہیا کر دے گا۔

بیگم: جی اُس کا کئی سو کا حساب ہو گیا ہے۔ اُسی کے تقاضے کے پھیرے ہیں یہ دوستی نہیں ہے۔

خسرو: نہیں نہیں تم اُسے پہچانتی نہیں۔ وہ حساب کیلئے کبھی نہ آیا ہوگا۔

بیگم: ہونہہ! نہ آیا ہوگا۔ مگر میں تو جب اُس کا نام سنتی ہوں غیرت سے پسینے پسینے ہو جاتی ہوں۔ پھر اب تو مہینے دو مہینے ہیں اور بھی بہت سے خرچ ہیں۔

خسرو: ایں، یہ کون سی نئی مصیبت آنے والی ہے؟

بیگم: اے آپ کو کسی بات کا دھیان تھوڑے رہتا ہے۔ اب کے رجب میں بیٹی کی شادی ہے اور آپ ہیں کہ بھولے بیٹھے ہیں۔

خسرو: تو ایسی جلدی کیا ہے، ابھی تو وہ بچہ ہے۔

بیگم: ہونہہ! اللہ رکھے تیرھویں میں قدم رکھ چکی ہے۔ اور آپ کہتے ہیں ابھی بچہ ہے۔ میں تو اس سن میں ایک بچہ کی ماں بن چکی تھی۔

خسرو: ارے سچ! اور میں تمہیں اب تک چودہ ہی برس کی سمجھتا تھا۔

بیگم: اے چلیئے آپ کو بھی ہر وقت ہنسی سوجھتی رہتی ہے۔

(اتنے میں دالان سے کوئی بچہ پکارتا ہے)

بچہ: امی! امی!

بیگم: آئی آئی۔ (خسرو سے) یہ نیک بخت ایک ساعت بھی چین سے رہنے نہیں دیتے۔

(بیوی جانے لگتی ہے)

خسرو: بے چینی ہی میں تو زندگی ہے میری پیاری!

(وہ ٹھٹھک کر سر ہلاتی ہوئی مسکرا کر ان کی طرف دیکھتی ہے۔ اور چلی جاتی ہے۔ امیر خسرو کتاب پھر زانو پر رکھ لیتے ہیں۔ قلمدان کھولتے ہیں۔ اور قلم ہاتھ میں لے کر مصرع گنگنانے لگتے ہیں)

---

# بارھواں سین

وقت ——————— ۱۰ بجے

مقام ——————— زنانہ مکان

(بچے خسرو کی بیگم کو باہر والے دالان میں گھیرے کھڑے ہیں)

ایک بچہ: امی! آپ ہی بتا دیجیے!

دوسرا: ہاں آپ ہی بتا دیجیے!

بیگم: ارے کیا بتا دوں نگوڑو!

تیسرا: اسی پہیلی کا حل!

بیگم: ارے پہیلی تو سناؤ!

تیسرا: فارسی بولی آئی نا۔ ترکی ڈھونڈھی پائی نا

دوسرا: غلط۔ یوں ہے:

فارسی بولی آئی نا ترکی ڈھونڈھی پائی نا

ہندی بولوں آرسی آئے خسرو کہے کوئی نہ بتائے

بیگم: ارے تو میں کیا جانوں! اس مُردار آئینہ یا ئینہ کو (ٹھٹھک کر) ارے پھر تو اِسے دُہراؤ!

کئی بچے: فارسی بولی آئی نا ترکی ڈھونڈھی پائی نا

ہندی بولوں آرسی آئے خسرو کہے کوئی نہ بتائے

بیگم: ارے آئینہ ہی تو ہے۔ آرسی آئینہ ہی کو تو کہتے ہیں۔

بچے: (اچھلتے ہوئے) بوجھ لی! بوجھ لی! ہم نے پہیلی بوجھ لی!

ان میں سے ایک: (ماں کا ہاتھ پکڑ کر، اُسکے گرد چکر لگاتے ہوئے) واہ رے اَمّی! واہ رے امّی! (دوسرے بچے بھی ہاتھ پکڑ لیتے ہیں)

بیگم: (خوشی سے روہانسی ہوکر) ارے چھوڑو میرا ہاتھ! جیسے دیوانے باپ، ویسے دیوانے بچے!

(بچے ہاتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ چکر لگانے کی وجہ سے ماں کا سر گھومنے لگتا ہے۔ اُن کو سارا مکان گھومتا ہوا نظر آتا ہے۔

وہ سر پکڑ کر فرش پر بیٹھ جاتی ہیں)

بیگم: ہے پینی ہی میں زندگی ہے! اچھی کہی، ہونہہ! (مگر وہ ہنستے ہوئے اور خوش بچوں کو دیکھ کر مسکرا دیتی ہے)

---

# تیرھواں سین

وقت ——— گیارہ بجے دن

مقام ——— خسرو کا کمرہ

(امیر خسرو کمرے میں تخت پر بیٹھے کچھ گنگناتے اور کتاب میں لکھتے جاتے ہیں۔ خیراتن ملازمہ داخل ہوتی ہے۔)

خیراتن: سرکار! دلّی سے شاہی سوار آئے ہیں ظلِّ اللہ نے یاد فرمایا ہے۔

خسرو: لو بُلاوا آ ہی گیا۔ اور مثنوی ابھی مکمل نہیں ہوئی۔ اچھا فینس تیار کرنے کو کہو۔ اور سواروں سے کہو میں درباری لباس پہن کر آتا ہوں۔

(وہ کتاب رکھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ خیراتن کے جاتے ہی بیگم آجاتی ہے۔ وہ خسرو کی قبا، پگڑی اور تلوار ہاتھ میں

لیئے ہے اور خاموشی سے یہ چیزیں ان کی طرف بڑھا دیتی
ہے۔ خسرو بیگم کی آنکھوں میں آنسو دیکھتے ہیں۔ وہ اُس کی ٹھوڑی
میں ایک اُنگلی لگا کر اُس کا جھکا ہوا سر بلند کرتے ہیں۔)

خسرو: یہ کیا؟ تم ہی تو طعنے دیتی ہو کہ گھر میں ہر دم بیٹھے رہتے ہو، اب جو باہر جا رہا
ہوں تو یہ پسٹوے......

بیگم: (آنسو پونچھتے ہوئے) میں اِس دل کو کیا کروں؟ جب بھی بادشاہوں کی طرف
سے بُلاوا آتا ہے تو مجھے ڈر لگتا ہے۔ الٰہی خیر کیجیو! ان طوطا چشموں کی نظر
بدلتے کہیں دیر لگتی ہے۔ گھڑی میں کچھ، گھڑی میں کچھ!

خسرو: نہیں، یہ کیقباد ایسا بُرا آدمی تو نہیں۔ اس نے مجھے مثنوی کے بدلے میں منہ
مانگا سونا دینے کو کہا ہے..... اچھا، کتنا سونا چاہیئے تمہیں بیٹی کا بیاہ
کرنے کیلیئے؟ عمر بھر فراغت سے بسر کرنے کیلیئے؟

بیگم: واہ اس کیلیئے تو ہاتھی کے وزن برابر سونا چاہیئے۔ وہ بھلا کیا دیگا؟

خسرو: نہ دے گا تو جھوٹا کہلائے گا، یقین ہے کہ وہ محمود غزنوی کی طرح اپنی بات سے
نہ پلٹے گا... اچھا تو اب مسکراؤ۔ ہاتھی بھر سونا لا کر دوں گا، نہیں......
اونہہ ہونہہ، یوں نہیں آنکھیں پونچھ کر مسکراؤ۔

(بیوی آنسو پونچھ کر مسکراتی ہے)

خسرو: ہاں، اب نکلا بدلی سے چاند!

(اور وہ بیوی کی پیٹھ تھپ تھپا کر ہنستے ہوئے کمرے سے
باہر نکل جاتے ہیں)

# چودھواں سین

وقت ـــــــــ گیارہ بجے دن

مقام ـــ خسرو کے مکان کا باہری حصہ

(امیر خسرو کے مکان کے مردانے حصے کے برآمدے میں مُراری لال کھڑا ہے صحن میں چبوترے سے لگی ہوئی پنیس رکھی ہے اور آٹھ کہار تیار کھڑے ہیں چھ شاہی سوار ساتھ چلنے کیلئے موجود ہیں خسرو ڈیوڑھی سے نکل کر برآمدے میں داخل ہوتے ہیں۔ مُراری سلام کرتا ہے خسرو دونوں ہاتھ اُٹھا کر قدرے دُعائیہ انداز میں جواب سلام دیتے ہیں)

خسرو: کیسے آنا ہوا مراری؟

مراری: جی آپ کو ایک خوشخبری سُنانی تھی۔

**خسرو:** وہ کیا؟

**مُراری:** آپ کی غلام زادی کی بات چیت ایک جگہ ٹھہر گئی۔

**خسرو:** خدا مبارک کرے۔ (مراری کے چہرے پر بجائے خوشی کے پریشانی کے آثار دیکھ کر) مگر یہ گز بھر لمبا منہ کیوں لٹکائے ہو؟"

**مُراری:** جی لڑکی والے بڑی رقم مانگ رہے ہیں!

**خسرو:** یہ تو کوئی اچھی بات نہیں۔ اس طرح کے سودا کرنے والوں میں تو تمہیں رشتہ کرنے کی رائے نہ دونگا۔

**مراری:** مگر اچھے لڑکوں کا تو جیسے کال ہے حضرت! اور یہ اپنی ذات کا لڑکا ہے۔ اور بڑا ہونہار ہے۔

**خسرو:** اچھا اچھا۔ تم پریشان نہ ہو۔ میں سلطان سے اپنی شاعری کے عوض ایک ہاتھی کے وزن برابر سونا مانگنے جا رہا ہوں۔ آخر اتنا سارا ہوگا کیا؟ جتنا چاہنا اسمیں سے لے لینا!

(امیر خسرو فینس کی طرف اسمیں سوار ہونے کیلئے مڑ جاتے ہیں)

**مُراری:** (تعجب و حیرت سے مُنہ کھول کر) ایک ہاتھی کے وزن کا سونا! ارے بھگوان!

(امیر خسرو مُراری کی بوکھلائی صورت ہنستے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اور فینس میں سوار ہونے سے پہلے جزدان میں لپٹی کتاب اور خاکی غلاف میں لپٹا ستار بڑی احتیاط سے اُس میں رکھتے ہیں اور خود اُس میں بیٹھ جاتے ہیں)

**کہار:** بسم اللہ! (فینس اُٹھاتے ہیں)

---

# پندرھواں سین

وقت ——————— بارہ بجے دن

مقام —— پٹیالی اور دلی کے درمیان کچی سڑک

(کہار فینس کو ایک بڑے سایہ دار درخت کے نیچے رکھتے ہیں اور اپنے اپنے چہروں سے پسینہ پونچھتے ہیں، امیر خسرو بھی فینس سے اُتر پڑتے ہیں، اُنکی نظر ایک بوڑھے دیہاتی پر پڑتی ہے جو وہیں زمین پر انگوچھا بچھائے اُسپر پڑا کراہ رہا ہے۔ وہ اُسکے پاس زمین پر بیٹھ کر اُس کا حال پوچھتے ہیں)

**خسرو:** کیوں بھائی کیوں کراہ رہے ہو کیا تکلیف ہے؟

**کسان:** تُنکھار (تنجار) سے بُھنا جارہا ہوں۔ اور دِلّی دور!

خسرو: واہ اتنی سی بات اور تم ہمت ہار بیٹھے، دیکھو تمہیں جلد سے جلد دِلّی پہنچواتا ہوں۔
سواری تو موجود ہی ہے۔

(وہ کسان کو گود میں اُٹھا کر فینس میں لاکر لٹا دیتے ہیں، اپنی قبا اپنے
جسم سے اُتار کر اُس پر ڈال دیتے ہیں، کمر کی سیف اور سر کی مندیل
بھی فینس میں رکھ دیتے ہیں۔ ایک تھیلا اور اپنا عصا اور ستار
اُس میں سے نکال لیتے ہیں)

خسرو: (کہاروں سے) لے جاؤ جی اِن بڑے میاں کو حکیم علیے کے پاس جلد سے جلد پہنچاؤ
اُن سے کہہ دینا آپ کے خادم خسرو نے اُسے مخصوص طور پر آپ کے پاس علاج کیلئے بھیجا ہے۔

کہار: اور امیر آپ؟

خسرو: واہ میرے پاس دو ٹانگوں کا گھوڑا جو موجود ہے!

سوار: امیر! ہم شہنشاہ کو کیا جواب دیں گے؟

خسرو: کہہ دینا وہ من موجی فقیر آرہا ہے اور ظلِ اللہ کو نذر دینے قران السعدین لا رہا ہے۔

سوار: اور یہ فینس میں رکھا ہوا خلعت اور مختلف سامان؟

خسرو: اپنے محافظ خانے میں رکھوا دینا، میں آ کر لے لوں گا! (سوار اب بھی پس و پیش
کرتے ہیں۔ وہ مسکرا کر سمجھانے والے لہجے میں کہتے ہیں) جا بھیا، جا! کہہ دینا مجھ
جیسوں کو محافظوں کی، پہریداروں کی ضرورت نہیں۔ ڈاکو، چور بھی ہمارے
بھائی ہیں اور موت خود ہماری محافظ!

(کہار فینس اُٹھا لیتے ہیں۔ اور "اونچا نیچا دیکھ کر، اونچا نیچا
دیکھ کر" کہتے، ہوں ہاں کرتے روانہ ہو جاتے ہیں ــــــ

سوار بھی فنیس کے ساتھ ہو جاتے ہیں، امیر خسرو تھوڑی دیر انہیں جاتے ہوئے دیکھتے رہتے ہیں۔ پھر خود بھی اُسی راستہ پہ آہستہ آہستہ کچھ گنگناتے ہوئے چلنے لگتے ہیں)

# سولھواں سین

وقت ــــــــــ چار بجے سہ پہر

مقام ــــــ گاؤں کے باہر ایک پختہ کنواں

(کنوئیں پر چار عورتیں پانی بھر رہی ہیں۔ سب جوان اور شوخ ہیں۔ آپس میں چہلیں کر رہی ہیں کہ امیر خسرو پہنچتے ہیں، وہ ایک اجنبی کو دیکھ کر جلدی جلدی اپنے اپنے گھڑے سروں پر رکھ کر اور بغلوں میں دبا کر چلنے لگتی ہیں)

خسرو: (مسکرا کر) اے سرو قامتو! کچھ اپنے حُسن و شباب کی خیرات تو دیتی جاؤ۔

ایک: راستہ سے ہٹو، باتیں نہ بناؤ!

خسرو: اے ماہ پارہ! صرف دو چُلّو پانی چاہیے۔

دوسری: ہم مفت پانی نہیں دیتے!

خسرو: تو جو دام مانگو حاضر کروں!

دوسری: تو ہم چاروں ایک ایک لفظ کہیں گے، اُنہیں ملا کر کوئی ایسی بات کہہ دو کہ ہمیں ہنسی آجائے۔

خسرو: منظور ہے۔ بولو!

ایک: کھیر!

دوسری: چرخا!

تیسری: ڈھول!

چوتھی: کُتا!

خسرو: (چٹکی بجا کر) تو سُنو—

کھیر پکائی جتن سے چرخہ دیا جلا!
آیا کُتا کھا گیا، تو بیٹھی ڈھول بجا
(اُکڑوں بیٹھ کر، ہاتھوں کا اوک بنا کر)
لا پانی اب تو پلا!

(سب ہنس کر اُن کے ہاتھ پر پانی ڈالتی ہیں، وہ مُنہ ہاتھ دھوتے اور وضو کرتے ہیں۔ عورتیں شرارت سے اِس افراط سے پانی گھڑے سے گراتی ہیں کہ امیر کا کرتا بھی بھیگ جاتا ہے۔)

خسرو: (مصنوعی غصہ سے) یہ کیا کیا شریرو!

(وہ کھڑے ہو جاتے ہیں عورتیں ہنستی ہوئی بھاگ جاتی ہیں—

کنویں کی دوسری جانب ایک عورت کھڑی رہ جاتی ہے اُسکی
آنکھوں میں درد ہے)

**امیر خسرو:** آہو چشم! تو کیوں نہ بھاگی؟

**عورت:** شاہ جی! میری آنکھیں دُکھنے آئی ہیں۔ کوئی چٹکلا بتادو!

**امیر خسرو:** بس اتنی سی بات۔ چٹکیوں میں درد جائے گا! یہ نسخہ یاد کرلے

لودھ پھٹکری مردہ سنگ	ہلدی، زیرہ ایک ایک ٹنگ
افیون چنا بھر مرچیں چار	اُردبرابر تھوتھا ڈار
پوست کا پانی پٹلی کرے	ترت پیڑ نینوں کی ہرلے

(جب وہ ہاتھ جوڑ کر چلنے لگی تو ہنس کر۔۔۔)

اور سب سے بڑا چٹکلا یہ ہے کہ اپنے سوامی کے سوا کسی دوسرے مرد سے آنکھ نہ لڑانا۔

(عورت کچھ شرما کر، کچھ بوکھلا کر اُنہیں دیکھتی رہتی ہے۔ اور وہ ہنستے ہوئے آگے نکل جاتے ہیں)

---

# سترھواں سین

وقت ——— غروب آفتاب سے کچھ پہلے
مقام ——— ایک باغ

(سورج کی کرنیں ہر شے کو زر لفبت کی چادر اُڑھا رہی ہیں۔ باغ کے سبز پتّوں پر ملمّع سا چڑھ رہا ہے۔ وہاں سے ملحق ایک ہموار سطح زمین پر قناتوں سے گھرا ایک شامیانہ سا ہے۔ اِس سے متصل کچھ راوٹیاں ہیں جنکے پیچھے دو تین بہلیاں، اڑدھے اور بیل گاڑیاں کھڑی ہیں۔ اُن سے ذرا ہٹ کر کئی گھوڑے بندھے ہیں اور کچھ سپاہی کھڑے اور بیٹھے ہیں۔ شامیانے سے گانے ناچنے کی آواز آرہی ہے گویا جنگل میں منگل منایا جارہا ہے۔)

—— امیر خسرو سپاہیوں کے پاس آکر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ویسے ہی اندر سے کوئی غضب کی تان لیتا ہے )

**خسرو:** ( بے چین ہو کر ) جوانو! یہ کس کی بارگاہ ہے اور کون گا رہا ہے؟

**سپاہی:** بابا! یہ ایران کا مشہور گویا محمد شاہ ہے۔ وزیر اعظم جلال الدین خلجی کا طلبیدہ ہے۔ دِلّی جا رہا ہے۔ ہم اس کی حفاظت پر مامور ہیں۔

**خسرو:** ارے مغنّی کو، فنکار کو حفاظت کی کیا ضرورت؟ سارا جہان اُس کی حفاظت کرتا ہے۔

**دوسرا سپاہی:** ( ہنس کر ) جی اِس کے ساتھ مال ہی ایسا ہے۔ جس کے لیے سارا جہان ہی لُٹیرا بن سکتا ہے۔

( خسرو اُسے تعجب سے دیکھتے ہیں )

**تیسرا سپاہی:** ارے کچھ نہیں بابا! اِس کے ساتھ کچھ مہ جبین رقاصائیں بھی ہیں یہ پاجی اُنہیں کو کہتا ہے۔

( پھر ایک تان کی آواز آتی ہے )

**خسرو:** تو کوئی پردہ تو نہیں؟ میں اندر جا سکتا ہوں؟

**پہلا سپاہی:** آپ جیسے درویشوں سے کیا پردہ زردہ! آپ کے لیے کوئی روک ٹوک نہیں۔

# اٹھارواں سین

(امیر خسرو شامیانے کا پردہ اُٹھا کر اندر قدم رکھتے ہیں، سامنے محمد شہ بیٹھا ہے (ایک تنومند ایرانی تقریباً پچاس برس سن) اُسکے اغل بغل طنبورہ و دف لیے کچھ سازندے بیٹھے ہیں اور سامنے مہرافروز (اُٹھتی جوانی، حسن و شباب کا مجموعہ) ادب سے سر جھکائے بیٹھی ہے)

**محمد شہ**: (چہرے سے پسینہ پونچھتے ہوئے) کیا چاہتے ہو بابا؟

**خسرو**: ایک مسافر ہوں۔ خوش قسمتی سے راستہ بھٹک گیا۔

**محمد شہ**: خوش قسمتی سے؟

**خسرو**: جی ہاں، ورنہ یہ فردوس گوش (اسکی طرف اشارہ کرکے) اور یہ جنت نگاہ۔ (مہرافروز کی طرف دیکھ کر) جیتے جی کیسے نصیب ہوتی!

**محمد شہ**: آدمی واقفکار معلوم ہوتے ہو۔ بیٹھو، سنو! (وہ گاتا ہے، مہرافروز ناچتی ہے)

# اُنّیسواں سین

وقت ——— آفتاب غروب ہو رہا ہے

مقام ——— دلی کا صدر دروازہ

(شہر کے صدر دروازے پر علماء، فقراء، امراء، شعراء، بچے، امیر حسن، اور چھمّو خسرو کے استقبال کیلئے کھڑے ہیں۔ خسرو کو لانے والی فینس اور محافظ سوار آتے دکھائی دیتے ہیں)

**چھمّو:** (خوشی سے بے تاب ہو کر) لو وہ آگئے!

(وہ ناچنے لگتی ہے۔ قلندروں کا گروہ کبھی ٹوپیاں اچھالنے اور ناچنے لگتا ہے۔ فینس اُن کے برابر آجاتی ہے)

**سب:** (کہاروں سے) رکھو جی فینس! ہم امیر کو اپنے کندھوں پر لے جائیں گے!

(کہار جلدی سے فینس رکھ دیتے ہیں۔ چھمّو جھپٹ کر اندر جھانکتی ہے)

چھمّو: ارے یہ مُوا کون ہے؟

کسان: (کراہ کر) ابھی ادھ مُوا ہے، مُوا نہیں۔

چھمّو: چل موئے! بوڑھا بھی ہے اور مسخرا بھی!

(سوار ہنستے ہیں، وہ اُنکے سردار کے پاس جھپک کر پہنچتی ہے)

چھمّو: بتاؤ، کیا ہوئے امیر خسرو!

سوار: اجی وہ تو اس بوڑھے کو دیکھتے ہی راستے میں اُتر گئے۔ ہمیں حکم دیا، اسے فنیس میں بٹھا کر لے جاؤ، یہ بیمار ہے۔ میرے پاس تو میری ٹانگیں ہیں۔ میں انہیں پر سوار ہو کر آؤں گا!

چھمّو: تو لے جاؤ اسے پھینک آؤ کہیں، ہائے نہ جانے کہاں جنگل میں منگل منا رہے ہوں گے۔

(اور وہ برواراگ میں امیر خسرو کا بنایا گیت گاتی ہے)

جو پیا آون کہہ گئے آجھوں نہ آئے سوامی ہو

اے جو پیا آون کہہ گئے آئے نہ بارہ باس

خسرو اپنے پیا بن نس دن رہوں اُداس اے جو پیا آون کہہ گئے

(وہ گاتے گاتے ناچنے لگتی ہے۔ قلندر بھی اُس کا ساتھ دیتے ہیں۔ اذان ہوتی ہے۔ ناچ رُک جاتا ہے)

# بیسواں سین

وقت ——————— مغرب

مقام ۔ وہی راستے والا باغ، محمد شہ کا خیمہ

(امیر خسرو محمد شہ کے خیمہ میں بیٹھے ہیں۔ محمد شہ گانا ختم کرتے ہیں اور مہرافروز چہرہ کا پسینہ پونچھتی ہوئی بیٹھ جاتی ہے ——

ویسے ہی باہر سپاہیوں میں سے کوئی اذان دیتا ہے ۔

خسرو کندھے سے تھیلا اُتار کر اُس میں سے کئی رُطب نکالتے ہیں اور ایک ایک سب کو پیش کر کے خود ایک کھا لیتے ہیں)

**خسرو:** معاف کیجئے گا، میں روزے سے تھا میں نے افطار میں آپ لوگوں کو شریک کر کے اپنا ثواب اور بھی بڑھا لیا۔ اب میں نماز مغرب پڑھ آؤں تو حاضر ہوتا ہوں۔

(وہ شامیانے کے باہر چلے جاتے ہیں)

محمد شہ : یہ ہماری بڑی خوش نصیبی ہے کہ ایسا باخدا مہمان ہم حبیبوں کے ہاں خود سے آگیا۔ (ایک سازندے سے) دیکھو باورچی سے کہو آج کے کھانے میں کچھ اہتمام کرے (مہرافروز سے) مہر تم اصرار کر کے اُنہیں ضرور روکنا۔

(سازندہ شامیانے سے باہر چلا جاتا ہے)

مہر: بہت خوب۔ مگر اُن کے آنے تک دو ٹکریں میں بھی مار آؤں!

(محمد شہ کے سر ہلانے پر وہ بھی باہر چلی جاتی ہے)

(محمد شہ اُٹھ کر ٹہلنے لگتا ہے۔ پھر وہ خود بھی باہر چلا جاتا ہے۔
سازندے شامیانے کے نیچے بچھے ہوئے فرش، مسند، قالین۔
وغیرہ کو درست کرنے اور جھاڑنے پونچھنے میں لگ جاتے ہیں)

(محمد شہ، خسرو اور مہر داخل ہوتے ہیں)

خسرو: ہاں تو میں اِسی شرط پر رُک سکتا ہوں کہ یہ خود بھی کچھ گا کر سنائیں۔

(سب بیٹھ جاتے ہیں)

مہر: مگر مجھے تو ایرانی ہی گانا آتا ہے۔ اس میں شاید آپ کو مزہ نہ آئے۔

محمد شہ : اور لطف یہ کہ یہ صرف کوئی ہندی شاعر خسرو ہے اسی کی غزلیں گاتی ہیں۔

خسرو: (مسکرا کر) تو خسرو بڑا خوش نصیب ہے۔

(مہرافروز بے چین ہو کر امیر کے قریب کھسک آتی ہے)

مہر: اجی میں نے آجتک اُنہیں دیکھا بھی نہیں۔

خسرو: تو یہ نادیدہ قدردانی خسرو کیلئے اور بھی قابلِ فخر ہے۔

**محمد شاہ** : (ہنس کر) آپ اسے نادیدہ قدردانی کہتے ہیں۔ اجی اِسے اُن سے نادیدہ عشق ہے عشق!

**مہر** : (شرما کر) اُستاد آپ بڑے ویسے ہیں (پھر خسرو سے) تو آپ اُن کو جانتے ہیں۔ اُن کا کلام آپ نے اُن کے منہ سے سُنا ہے؟ آجکل انہوں نے کوئی نئی غزل کہی ہے؟ آپ کو اُن کا کوئی شعر یاد ہے؟ ہائے اللہ! میں کیا بتاؤں؟ میں کیا کیا جاننا چاہتی ہوں۔ اُن کی شکل و صورت کیسی ہے؟ جوان ہیں کہ بوڑھے ......؟

**خسرو** : (ذرا رُک رُک کر.....) ٹھہریئے، دم لیجئے! آپ نے تو سوالوں کی بوچھار کر دی! (خود بھی ذرا رُک کر) بوڑھے تو یقینی ہوں گے، اِسلئے کہ اُنہیں کی غزل کا مطلع ہے ؎

تن پیر گشت و آرزوئے دل جواں ہنوز
دل خوں شد و حدیث بتاں بر زباں ہنوز[۵۱]

**مہر افروز** : ارے یہ غزل تو آج تک میں نے سُنی ہی نہیں۔ کوئی اور شعر یاد ہو تو پڑھیے:

**خسرو** : جی مطلع کے بعد والے شعر میں بھی اپنی پیری کا اقرار کیا ہے ؎

عمرم بہ آخر آمد و روزم بہ شب رسید | مستی و بت پرستیٔ من ہمچناں ہنوز[۵۲]

---

۵۱ جسم تو بوڑھا ہو گیا ہے۔ لیکن دل کی خواہشیں ابھی جوان ہیں۔ گو محبت و عشق میں دل خون ہو گیا ہے لیکن زبان پر حسینوں ہی کا ذکر ہے۔

۵۲ میری عمر اب قریب ختم ہے اور میرے دن راتوں میں بدل گئے ہیں (یعنی ساری دُنیا میری آنکھوں میں تاریک ہو گئی ہے اور اچھی طرح سُجھائی بھی نہیں دیتا) لیکن میری مستی و بُت پرستی جیسی پہلے تھی ویسی ہی اب بھی ہے۔ (یعنی بوڑھا ہو گیا ہوں۔ مگر جوانوں والی حرکتیں اب بھی جاری ہیں۔)

مہرافروز: وہ لاکھ پیری کا دعویٰ کریں۔ مگر ایسے اشعار کا کہنے والا بوڑھا ہو ہی نہیں سکتا۔ کچھ اور سنائیے، کچھ اور سنائیے!

محتشم: (ہنس کر) اجی شاہ صاحب آپ اگر اپنی خیریت چاہتے ہیں تو اسے جلدی سے امیر خسرو کی تین چار غزلیں لکھوا دیجئے۔ ورنہ یہ رات بھر آپ سے ایسے ہی اینڈے بینڈے سوالات کرتی رہے گی!

مہر: استاد آپ تو یونہی......

خسرو: اچھا تو آپ پہلے مجھے وہ غزلیں سنائیے جو آپ کو یاد ہیں۔ پھر میں آپ کو خسرو کی نئی نئی غزلیں لکھواؤں۔

مہرافروز: (یہ غزل گاتی ہے)

توئی در ملکِ جاں خسرو، چہ خسرو، خسروِ خوباں
بود نخلِ قدت فتنہ، چہ فتنہ، فتنۂ دوراں[1]
جمالت، مجمعے باشد، چہ مجمع، مجمعِ خوباں
چہ خوبی، خوبیٔ یوسف، چہ یوسف، یوسف کنعاں[2]

---

۱۔ جان و روح کی سلطنت میں تو ہی بادشاہ (خسرو) ہے۔ کون سا بادشاہ، حسینوں کا بادشاہ! تیرے قد کا درخت فتنہ ہے (آفت و مصیبت ہے) کس طرح کا فتنہ۔ زمانہ میں فساد برپا کرنے والا فتنہ۔

۲۔ تیرا حسن ایک مجموعہ ہے، کیسا مجموعہ، تمام خوبصورتیوں کا مجموعہ، یہ خوبصورتی کس قسم کی ہے۔ یہ یوسف کی خوبصورتی ہے۔ کون سے یوسف؟ وہی کنعان والے۔

دہانت غنچۂ باشد، چہ غنچہ، غنچۂ دلکش[۱]
چہ دلکش، دلکشِ خرّم، چہ خرّم خرّم خنداں
چو خسرو بندۂ باشد، چہ بندہ، بندۂ عاشق[۲]
چہ عاشق، عاشقِ بیدل، چہ بیدل، بیدلِ ہجراں

خسرو: واہ، واہ، سبحان اللہ، کیا گلا پایا ہے (محمد شہ کی طرف دیکھ کر) آپ نے بڑا ریاض کیا ہے۔

مہر: اب لائیے نئی غزلیں دیجیے۔

محمد شہ: مہر اتنی جلدی کیا ہے، آپ صوم سے تھے، پہلے دسترخوان بچھواؤ، پھر اطمینان سے باتیں ہوں گی (دسترخوان بچھنے لگتا ہے)

خسرو: ارے اس تکلف کی کیا ضرورت تھی۔ میرے تھیلے میں تو نان و نمک موجود ہی تھا۔

محمد شہ: آپ ہمیں ثواب سے کیوں محروم رکھنا چاہتے ہیں؟

(مہر دوڑ کر سلیچی اور لوٹا خود اُٹھا لاتی ہے اور امیر خسرو کا ہاتھ دھلانا چاہتی ہے)

خسرو: ارے یہ کیا کر رہی ہو؟ لاؤ لوٹا مجھے دو۔

مہر: واہ آپ اسی ہاتھ سے تو میرے امیر کی غزلیں لکھیں گے نا، میں کیوں اس کی خدمت سے محروم رکھی جاؤں!

(امیر خسرو مجبور ہو کر ہاتھ بڑھا دیتے ہیں)

---

[۱] تیرا منہ کلی ہے، کیسی کلی؟ دل کو لبھاتے والی کلی۔ کیسی لبھانے والی؟ ایسی لبھانے والی جس سے دل کو خوشی ہو۔ کیسی خوشی؟ ایسی جس سے دل کی کلی کھل اُٹھے اور منہ پہ ہنسی کھیلنے لگے۔

[۲] یہ جو خسرو ہے، وہ غلام ہے، کیسا غلام؟ عشق کا غلام ہے۔ بہت بڑا عاشق اور بیدل، وہ کیسا بیدل ہے؟ ایسا بیدل جو دل کو کھو بیٹھا ہے، کیوں اور کیسے دل کو کھو بیٹھا؟ فراق معشوق اور ہجر محبوب میں!

# اِکّیسواں سین

وقت ——— طلوعِ آفتاب

مقام ——— باغ میں شامیانے کے باہر

(امیر خسرو، محمد شہ، مہر افروز کھڑے ہیں، محمد شہ امیر خسرو کے ستار کے تار بجا کر دیکھ رہا ہے، امیر خسرو کاغذ پر لکھی ہوئی کچھ غزلیں مہر افروز کو دے رہے ہیں۔ مہر افروز بہت بہت شکریہ کے ساتھ ایرانی انداز سے سلام کرتی ہے۔ امیر خسرو سر جھکا کر سلام قبول کرتے ہیں)

**محمد شہ** : (ستار خسرو کو دے کر) بھائی شاہ صاحب! یہ تو ہمارے سرود سے ملتا جلتا ہوا باجہ ہے، اگر آپ اِسے بجا کر دکھاتے تو معلوم ہوتا کہ امیر خسرو نے اس کی ایجاد میں کیا بات رکھی ہے؟

خسرو: اُستاد! آپ دِلّی جا رہے ہیں، وہاں آپ کو اِس کا مُوجد بھی ملجائے گا، اور اِن کا (مہرافروز کی طرف اشارہ کر کے) غزل گو بھی۔ مُجھے تو اجازت دیجئے مجھے ابھی دور جانا ہے۔

مہرافروز: مگر درویش کو کاہے کی جلدی! وہ تو کٹھن منزلوں، کانٹوں سے بھرے راستوں کو آہستہ آہستہ پامال کرتا چلتا ہے، اسے تو کانٹوں کے چُبھنے ہی میں مزہ آتا ہے۔

خسرو: ہاں! مگر مجھے یہ مرتبہ کہاں نصیب؟ میں تو ابھی تک خود ہی سبزۂ پامال ہوں۔ اچھا خدا حافظ!

(وہ سلام کیلئے ہاتھ اُٹھاتے ہوئے چل کھڑے ہوتے ہیں۔ محمد شہ بھی سلام کرتا ہوا شامیانے کے اندر چلا جاتا ہے۔ مہر البتہ اپنی جگہ کھڑی اُنہیں دیکھتی رہتی ہے۔ پھر امیر خسرو کی طرف دوڑتی ہے)

مہر: (قریب آکر) مسافر! دِلّی میں ملنا ضرور، اور اُن سے بھی ملانا جن کا نام لے کر جیتی ہوں۔

خسرو: (ہنس کر) ملوں گا نہیں تو ملاؤں گا کیسے؟

مہر: (کچھ جھینپ کر) دیکھو بھولنا نہیں!

خسرو: کوئی کور دل ہی ہوگا جو مہر کو ایک بار روبرو دیکھنے کے بعد اُس کی چمک دمک بھول جائے۔

(وہ ٹھٹک کر کھڑی ہو جاتی ہے اور اُس کے چہرے پر رنگ۔

آجاتا ہے۔ امیر خسرو آگے بڑھ جاتے ہیں۔)

مہر: (پکار کر) ارے سُنئے شاہ جی! اپنا نام تو بتاتے جایئے۔

خسرو: جی، خسرو!

مہر: (ہنس کر) جانتی ہوں، میرے لئے ساری دُنیا خسرو ہونی چاہیئے۔ مگر میں اس بلندی تک ابھی نہیں پہنچی! سچ بتایئے کیا نام ہے؟

خسرو: جی۔ تو ماں باپ کا رکھا ہوا نام ابوالحسن ہے۔

مہر: تو ابوالحسن صاحب! دِلّی میں آپ ملیں گے کہاں؟

خسرو: ۔ اپنے پیر نظام الدین اولیاء کی درگاہ کی چوکھٹ پر۔

(اور وہ ہنستے ہوئے ہاتھ ہلاتے چلے جاتے ہیں)

# بائیسواں سین

وقت ——— سہ پہر

مقام ——— دلّی جانے والی سڑک

(امیر خسرو چلے جا رہے ہیں کہ سامنے سے ایک انبوہ آتا دکھائی دیتا ہے آگے آگے ایک ٹٹو پر دو طبل رکھے ہیں، اُس کے پیچھے ایک گھوڑے پر ایک سوار گیروے رنگ کا جھنڈا لہراتا ہوا، اُس کے پیچھے ایک تختہ جس کے چاروں کونوں پر دو لمبے بانس طول میں بندھے ہیں اور جس پر ایک چتر کا سایہ ہے چار چار آدمی اُسے فِنیس کی طرح اُٹھائے ہوئے ہیں، اُس تخت پر نایک گوپال بیٹھے ہیں۔ دُبلے پتلے۔ زلفیں شانوں پر لٹکتی ہوئی۔ سفید کرتا، سفید دھوتی، ہاتھ میں اِکتارہ۔ ٹٹو کے ساتھ دو آدمی دوڑتے اور طبل بجاتے ہیں

اور جھنڈے والا سوار آواز دیتا ہے۔ "دُھرپد کے سمراٹ نایک گوپال"
اور اُس کی ہر ندا کے بعد مجمع چیختا ہے۔ "جے مہا گرو، جے نایک گوپال!"
——— خسرو ٹھٹھک کر کھڑے ہو جاتے ہیں چیلوں میں سے ایک سے
پوچھتے ہیں)

**خسرو:** یہ کون مہاتما ہیں بھائی؟

**چیلا:** یہ نایک گوپال ہیں، بھارت میں سب سے بڑے دُھرپد کے جاننے والے۔ بادشاہ کے بُلانے پر دِلّی جا رہے ہیں۔

**خسرو:** اور یہ مجمع کن لوگوں کا ہے؟

**چیلا:** جی، یہ اُن کے چیلے ہیں اور جو لوگ اُن کے تخت کو کندھوں پر اُٹھائے ہوئے ہیں، وہ سب اپنی اپنی جگہ جگت اُستاد ہیں۔

**خسرو:** سو بھاگ یہ کہ اتنے بڑے گُرو کے درشن ہوئے۔

(امیر خسرو مجمع کے ساتھ ہو لیتے ہیں اور کبھی کبھی چیلوں کے ساتھ گُرو جی کے تخت کو کندھا بھی دے دیتے ہیں)

---

# تئیسواں سین

وقت ——— سہ پہر
مقام ——— باغ

(سامنے ایک باغ دکھائی دیتا ہے جس میں ایک کنواں بھی ہے۔ چیلے نایک گوپال کا تخت سبزہ سے ڈھکی زمین پر رکھ دیتے ہیں، کچھ لوگ کنویں سے پانی کھینچ کر منہ ہاتھ دھونے لگتے ہیں نایک گوپال امیر خسرو کی بغل میں تار اور کندھے میں لٹکی ہوئی کتاب دیکھتے ہیں)

**گوپال:** تم کون ہو بھائی؟

**خسرو:** آپ ہی کی طرح کا ایک مسافر!

**گوپال:** صورت اور بات چیت سے پڑھے لکھے بھی معلوم ہوتے ہو اور گائک بھی!

خسرو: جی بس کن رسیا ہوں۔ آپ کا بہت نام سُنا تھا، آج درشن بھی ہو گئے۔

گوپال: اچھا تو بیٹھو۔ بسے آ گیا ہے، کوئی چیز بھی سُن لو!

(گوپال دھرپد گاتا ہے، امیر خسرو صحیح مقامات پر جھوم جھوم کر تعریف کرتے ہیں)

---

# چوبیسواں سین

وقت ——— قبل مغرب

مقام ——— دلّی کا صدر دروازہ

(دلّی کے صدر دروازے پر چھمّو ساقن کھڑی انتظار کر رہی ہے۔ امیر خسرو کے وہاں پہنچتے ہی وہ ان کے گرد گھوم گھوم کر ناچتی اور ہوائیں بلائیں لیتی ہے۔ پھر حقّہ پیش کرتی ہے)

چھمّو: میرے امیر! آپ تھکے ماندے منزلیں مار کر آ رہے ہیں، میرے حقّہ کے دو کش لے لیجیے۔

خسرو: کیا جانتی نہیں کہ میں برسہا برس سے دن میں، ہر روز روزہ رکھتا ہوں۔

چھمّو: معاف کیجیے گا امیر! میں بھول گئی۔ اچھا کوئی چھوٹی سی چیز سُنا دیجیے۔

خسرو: تو بہت پریشان کرتی ہے چھمّو!

چھمّو: پھل دار درخت پر سب ہی ڈھیلے مارتے ہیں میرے امیر!

خسرو: اچھا بھائی اچھا! ایک مُکرنی سُن اور راستہ چھوڑ!

اُس بِن دوجا اور نہ کوئے　　وہ آوے تب شادی ہووے

اے سکھی ساجن؟......　　میٹھے لاگیں وا کے بول

(وہ چھمّو کو ستانے کیلئے مکرنی ناتمام چھوڑ کر قریب کی مسجد کی طرف بڑھنے لگتے ہیں۔ وہ دوڑ کر قدم پکڑ لیتی ہے)

چھمّو: ہاتھ جوڑتی ہوں، پوری مکرنی تو سُنا دیجیے۔

خسرو: (مسکرا کر) اچھا تو سُن، مگر پھر کوئی فرمائش نہ کرنا۔

اُس بِن دوجا اور نہ کوئے　　وہ آوے تب شادی ہوئے

اے سکھی ساجن، نا سکھی، ڈھول　　میٹھے لاگیں وا کے بول

چھمّو: ارے یہ تو بالکل سامنے کی بات تھی، مگر مجھے سُجھائی نہ دی۔

خسرو: خدا بھی تو سامنے ہی ہے کس کو سُجھائی دیتا ہے۔

(وہ ہنستے ہوئے آگے بڑھنے لگتے ہیں کہ اذان کی آواز آتی ہے — "اللہ اکبر! اللہ اکبر!")

چھمّو: (حقّہ پیش کرتی ہے) امیر! میرے حقّہ سے انکار کیجیے۔

خسرو: (ہنس کر) مکرنی بھی سُنی! اب ثواب بھی لوٹنا چاہتی ہے۔ اچھا بھائی لا! میں تجھے ثواب سے کیوں محروم کروں!

(وہ چھمّو کے حقّہ پر دو کش لگا کر مسجد میں چلے جاتے ہیں)

# پچیسواں سین

وقت ——— بعد مغرب
مقام ——— مسجد کا زینہ

(امیر خسرو مسجد کے زینے پر کھڑے ہیں سامنے سینکڑوں آدمیوں کا مجمع ہے، مرد عورت، جوان بچے، ہندو مسلمان)

مجمع میں سے کوئی: امیر! آج کی رات ہمارے ہاں کھانا کھائیے!

دوسرا: امیر ہمارے ہاں!

تیسرا: نہیں ہمارے ہاں!

چوتھا: حضور آج شب میں نان و نمک اس خادم کے ہاں!

پانچواں: نہیں امیر! آج رات کو ساگ روٹی اس غلام کے ہاں!

خسرو: (ہنس کر) میں مٹھی بھر دانہ کھانے والا کس کس کے ہاں کھاؤں گا!

(امیر حسن پھٹے حال مجمع میں سے نکلتے ہیں)

خسرو: (انہیں گلے لگا کر) ارے کیا حال ہے حسن؟

حسن: جی ایک قتالۂ عالم کے عشق نے زندگی تباہ کردی ہے۔ سب کچھ لٹا دیا، مگر وہ رام نہیں ہوتی۔

مجمع میں سے ایک: امیر! آج دال دلیا ہمارے ہاں نوش فرمائیے۔

خسرو: نہیں بھائیو! یہ امیر حسن مل گئے ہیں۔ یہ ہمارے سب سے پرانے دوست ہیں، آج میں انہیں کا مہمان ہوں (حسن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر) آؤ حسن! چلیں، وہیں مکان پر پہنچکر تمہارا دردِ دل تفصیل سے سنیں گے!

(وہ امیر حسن کے ساتھ آہستہ آہستہ مجمع کے بیچ سے نکلتے ہیں چھمو ذرا دور سے اُنکی طرف لپکتی ہے۔ مگر اُن کے ساتھ امیر حسن کو دیکھ کر ٹھٹھک کر کھڑی ہوجاتی ہے اور دانتوں سے کلمہ کی اُنگلی کاٹتی کچھ سوچتی رہتی ہے۔ پھر اپنا حقّہ لیے اُن کی طرف پشت کر کے دوسروں کو پلانے لگتی ہے)

---

# چھبیسواں سین

وقت ——— بعد مغرب

مقام ——— ایک بوسیدہ مکان

(مکان کے اندر دالان میں ایک چٹائی پر امیر خسرو بیٹھے ہیں۔ حسن دوزانو ہوکر ایک تانبے کا سکہ ہتھیلی پر رکھ کر پیش کرتے ہیں)

حسن: امیر! مالِ دُنیا میں سے بس یہی ایک پیسہ میرے پاس رہ گیا ہے۔ اِس حقیر نذر کو قبول فرمایئے!

خسرو: ارے تو جاؤ اِس چراغ کیلئے تیل خرید لاؤ۔ تاکہ ہم اُس کی روشنی میں ایک دوسرے سے جی بھر کر باتیں کرسکیں۔

حسن: آپ کے آنے سے یونہی سارا گھر جگمگا اُٹھا ہے، اب کسی اور روشنی کی کیا ضرورت ہے؟

خسرو: اللہ کا نور ہر جگہ موجود ہے۔ پھر بھی اُس نے ہم جیسے اندھوں کیلئے چاند سورج کی قندیلیں روشن کر دی ہیں۔ جاؤ جاؤ، تیل لاؤ۔

حسن: اور کھانا؟

خسرو: اب دیدارِ یار کے بعد بھوک پیاس کیسی؟

(حسن سر ہلاتے ایک کٹورا لے کر باہر چلے جاتے ہیں۔ خسرو گنگنانے لگتے ہیں۔
گنگناتے گنگناتے اُن کی آواز بلند ہو جاتی ہے وہ اپنی مشہور غزل گانے لگتے ہیں)

زحالِ مسکیں، مکن تغافل،[1] دُرآئے نیناں، بنائے بتیاں
کہ تابِ ہجراں ندارم اے جاں[2]، نہ لیہو کاہے لگائے چھتیاں
شبانِ ہجراں دراز چوں زلف، و روزِ وصلش چوں عمر کوتاہ[3]
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں
یکایک از دل، دو چشم جادو، بصد فریبم ببرد تسکیں[4]
کسے پڑی ہے جو جا سنا دے پیارے پی کو ہماری بتیاں
چو شمع سوزاں، چو ذرہ حیراں، ز مہر آں ماہ گشتم آخر[5]
نہ نیند نیناں، نہ انگ چیناں، نہ آپ آویں، نہ بھیجیں پتیاں

(اُن کی تان بلند ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ سارا محلہ اُسی آواز بازگشت سے گونج اُٹھتا ہے)

---

[1] مجھ غریب کا حال سننے میں غفلت نہ برت تو۔ [2] میری جان تیرے فراق کی تکلیف میری برداشت سے باہر ہے [3] فراق کی راتیں کسی کالی چوٹی کی طرح لمبی ہیں اور اُس کی ملاقات کا دن عاشق کی عمر کی طرح چھوٹا ہے [4] اُس کی جادو بھری آنکھوں نے سینکڑوں طرح کے دھوکے دیکر میرے دل سے سکون دفعتاً چھین لیا [5] شمع کی طرح جل جل کر اور ذرہ کی طرح تڑپ تڑپ کر میں اس چاند کی محبت میں ختم ہو گیا۔

# ستائیسواں سین

وقت ——— بعد مغرب
مقام ——— مکان کے باہر گلی میں

(گلی میں کئی مکانوں کے دروازے دھڑا دھڑ کھلتے ہیں اور اُن میں سے کئی آدمی نکل پڑتے ہیں۔ امیر خسرو کے گانے کی آواز صاف سُنائی دے رہی ہے)

ایک : کوئی بہت بڑا نائک گا رہا ہے۔

دوسرا : کون ہے ؟

تیسرا : ابھی امیر حسن کے ساتھ کون آیا ہے

چوتھا : ارے وہ تو امیر خسرو تھے، وہی گا رہے ہوں گے۔ ؟

پانچواں: تو آؤ اندر چلیں۔ اُن سے درشن بھی ہو جائیں گے۔ اور اُن سے نئے راگ راگنیاں بھی سنیں گے۔

پہلا: واہ! یونہی خالی ہاتھ چلو گے۔ گھر سے جا کر کچھ نذر کے لئے تو لیتے چلو۔

دوسرا: ہاں جی چلو۔ اپنے اپنے گھر سے جو کچھ بھی ہو سکے لے آئیں۔

(اور وہ سب اپنے اپنے گھروں میں لپکتے چلے جاتے ہیں)

---

# اٹھائیسواں سین

وقت ——— بعد مغرب

مقام ——— مکان کے اندر

(امیر خسرو گا رہے ہیں۔ لوگ روشنیاں لیئے ہوئے اندر آتے ہیں۔ مگر جو آتا ہے کچھ نہ کچھ نذر ضرور چڑھاتا ہے۔ میوے، پھل، مٹھائی، کھانا، کوئی قاب میں بھرا ہوا پلاؤ پیش کرتا ہے۔ کوئی رومال سے ڈھکی پلیٹ میں مزعفر لاتا ہے۔ ایک رئیس ایک غلام کے سر پر پورا خوان اور دوسرا سامان رکھائے آکر دست بستہ کھڑا ہو جاتا ہے ——— امیر خسرو کا گانا بند ہوتے ہی وہ آگے بڑھتا ہے)

رئیس: امیر آپ کو یہاں زحمت ہوگی، میرے محل میں چل کر آرام کیجئے۔

خسرو: نہیں میاں، خسرو جہاں بیٹھ گیا' اس کے لئے وہی محل ہے (مجمع پر نظر ڈال کر) آپ لوگوں نے خواہ مخواہ زحمت کی' میں اس وقت آپ لوگوں کی اس سے زائد خاطر کرنے سے معذور ہوں' مجھے تنہائی چاہیئے۔ مجھے آج رات ہی میں مثنوی مکمل کر کے کل شہنشاہ کی خدمت میں پیش کرنا ہے۔

(رئیس اپنے آدمی سے اشارہ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے ساتھ دری' چاندنی' قالین لایا ہے ملازم جلدی جلدی انہیں بچھانے لگتا ہے۔ لوگ آہستہ آہستہ خسرو کو سلام کر کے چلے جاتے ہیں۔)

---

# انیتسواں سین

وقت ——— بعد مغرب

مقام ——— مکان کے باہر

(گھر سے باہر اب بھی ہجوم ہے، امیر حسن ہاتھ میں تیل کا کٹورا لئے آتا ہے۔ مجمع دیکھ کر اُسے تعجب ہوتا ہے اور ہمسایوں کی موجودگی میں اپنے ہاتھ میں تیل کا کٹورا ہونے سے کچھ جھنجھلا سا اُٹھتا ہے)

حسن: ارے بھائی کیا بھیڑ لگا رکھی ہے؟

ایک اجنبی: میاں تم خود کہاں گھسے چلے آ رہے ہو؟ جانتے بھی ہو وہاں کون بیٹھا ہے؟ ملک الشعرا امیر خسرو!

حسن: ہاں ہاں جانتا ہوں۔

اجنبی: تو تم اندر نہیں جا سکتے ہو۔ امیر نے کہا ہے اُنہیں تنہائی چاہیئے۔

حسن: جی یہ میرا ہی مکان ہے اور وہ میرے ہی مہمان ہیں۔

اجنبی: تو میاں جی، تم بڑے بھاگوان ہو!

حسن: ہاں ہوں تو بھائی ضرور!

(وہ ہنستا ہوا اندر چلا جاتا ہے)

---

# تیسواں سین

وقت ——— بعد مغرب

مقام ——— مکان کا اندرونی حصہ

(امیر حسن تعجب سے تمام چیزوں کو دیکھ رہا ہے۔ گھر میں فرش بچھا ہے، قالین اور گاؤ تکیے سلیقہ سے لگے ہیں۔ کافوری شمعیں روشن ہیں اور دسترخوان پر طرح طرح کی نعمتیں چنی ہیں)

خسرو: (مسکرا کر) تمہیں تعجب کیوں ہے حسن؟ روزہ دار خدا کا مہمان ہوتا ہے۔ دیکھو اُس رزاق نے کیا کیا سامان مہیا کر دیا!

حسن: (خسرو کا پاؤں پکڑ کر) امیر! آپ جیسا ایمان میں کہاں سے لاؤں؟

خسرو: اپنے ہی میں ڈھونڈھو، وہ مل جائے گا (رک کر) آؤ کھانا کھائیں، ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ روح کے ساتھ جسم کی بھوک بھی تو مٹانی ہے!

(وہ دونوں دسترخوان پر بیٹھ جاتے ہیں)

# اِکتیسواں سین

وقت ———— صبح

مقام ———— شہر

(چند سوار امیر خسرو کی تلاش میں نکلے ہیں، یہ وہی ہیں جو پٹیالی گئے تھے، اُن کے سردار کے سامنے گھوڑے پر ایک گٹھڑی سی رکھی ہے جس میں امیر خسرو کا دَرباری لباس، سیف وغیرہ ہے۔ گلی کے موڑ پر کچھ لڑکے ملجاتے ہیں جو کسی پہیلی پر بحث کر رہے ہیں۔ سردار ہاتھ اُٹھا کر ساتھیوں کو روک دیتا ہے)

سردار: (بچّوں سے) بچّو! تم نے ملک الشعرا امیر خسرو کو دیکھا ہے؟

بچے: کون ملک الشعراء؟

سردار: ارے وہی پہیلی والے!

ایک: ارے وہ تورات کو ملے تھے۔ ہمیں ایک پہیلی دے گئے تھے، وہ ابھی تک ہم میں سے کسی نے نہ بوجھی!

سردار: ذرا ہم بھی سُنیں، وہ کیا ہے؟

بچہ:
ایک گنی نے یہ گن کینا — ہریل پنجرے میں دیدینا
دیکھو جادوگر کا کمال — ڈارے ہرا نکالے لال

سردار: ڈالے ہرا نکالے لال!

(دفعتاً اُس کی نظر بغل میں کھلی ہوئی پان والے کی دوکان پر پڑ جاتی ہے پان والا کلّے میں دبی گلوری کو کچل کر پیک تھوکتا ہے)

سردار: بچو! دیکھو وہ سامنے!

بچے: ارے، پان! (وہ تالیاں بجا کر اُچھلنے لگتے ہیں) خوب بوجھی جوان! خوب بوجھی واہ واہ، اب ہم بھی تم لوگوں کے ساتھ چلیں گے، اب اُنسے دوسری پہیلی پوچھیں گے۔

سردار: مگر چلوگے کہاں؟

ایک بچہ: (چٹکی بجا کر) چھمو ساقن کو ضرور پتا ہوگا۔ چلو اُسی سے پوچھیں!

دوسرا: ہاں وہ ضرور جانتی ہوگی!

سردار: تو اُس کے ہاں لے چلو!

پہلا بچہ: آئیے چلیے۔

(لڑکے آگے آگے اور سوار پیچھے پیچھے روانہ ہو جاتے ہیں)

# بتیسواں سین

وقت ———— صبح

مقام ——— قہوہ خانہ کا باہری حصّہ

(چھمّو حقّہ تیار کر کے کھڑی ہوئی ہے۔ سپاہی اور لڑکے پہنچتے ہیں۔
ایک لڑکا سب سے آگے دوڑ جاتا ہے)

لڑکا: چھمّو چھمّو! امیر خسرو کہاں ہیں؟ جانتی ہو؟

چھمّو: کیوں کیا کرو گے اُن کا پتہ لگا کے؟

لڑکا: اُن سے نئی پہیلی پوچھیں گے۔

چھمّو: ہونہہ، وہ خود ایک پہیلی ہیں جسے بُوجھنا مشکل ہے۔

(اتنے میں بقیہ لڑکے اور سپاہی بھی قریب آجاتے ہیں)

ایک سپاہی: کیوں چھمو، جانتی ہو کہ امیر خسرو کہاں ہیں؟

چھمو: ہاں ——— !

سپاہی: کہاں ———؟

چھمو: (دل کی طرف اشارہ کرکے) یہاں ——— !

سپاہی: اری پگلی! وہاں تو اُنکی تصویر ہوگی، تو ہی اسے کلیجے سے لگائے رکھ! ہم اسے لے کر کیا کرینگے؟ ہمیں تو اُنہیں دربار لے جانا ہے۔ ظلّ اللہ کل سے اُنکا انتظار کر رہے ہیں۔

دوسرا سپاہی: جانتی ہے بادشاہوں کا حال؟ خوش ہوئے تو راج پاٹ، ناخوش ہوئے تو شٹ! (گردن سے سر اُڑا دئے جانے کا اشارہ کرتا ہے)

چھمو: (چمک کر) تو ہمارے امیر پر اُنکی حکومت نہیں چل سکتی، وہ چاہیں جس بادشاہ کو امر بنا دیں۔ امیر خود امر ہیں۔

سپاہی: (ذرا جھڑک کر) ارے تو اُنکی تعریف میں قصیدہ ہی پڑھتی رہیگی یا یہ بتائیگی کہ وہ کہاں ہیں؟

چھمو: کوئی اُنکی جان یا آبرو کو خطرہ تو نہیں؟ نہیں تو زبان گُدی سے کھینچ لو مگر نہیں بتاؤنگی!

سپاہی: اری بے وقوف! شہنشاہ اُن کی مثنوی سُننے کے لئے بے چین ہیں۔ انعام و اکرام کی ڈُگی پٹ گئی ہے کیا تو نے نہیں سُنی؟

چھمو: ہاں ہاں ٹھیک ہے، میں خواہ نہ خواہی ڈر گئی تھی۔

سپاہی: تو جلدی بتاؤ، وہ کہاں ہیں؟

چھمو: امیر حسن کے گھر مہمان ہیں!

سپاہی: امیر حسن کہاں رہتے ہیں؟

چھمو: آؤ چلو میں تمہیں اُنکے ہاں پہنچا دوں! (سپاہی اُدھر کے پیچھے پیچھے اور چھمو آگے آگے روانہ ہوتے ہیں)

# تینتیسواں سین

**وقت** ________ صبح

**مقام** ____ امیر حسن کے مکان کے باہر

(امیر خسرو امیر حسن کے ساتھ اُن کے مکان سے نکلتے ہیں۔ ویسے ہی چھمّو اور سپاہی آتے دکھائی دیتے ہیں، لڑکوں کا غول اُنہیں دیکھتے ہی دوڑ کر اُنکے پاس پہنچ جاتا ہے)

**لڑکے:** ہم نے پہیلی بوجھ لی ہم نے پہیلی بوجھ لی۔ پان ہے پان!۔ اب دوسری بتایئے

**امیر خسرو:** ارے تو شور کم کرو۔ بتاتا ہوں (وہ اِدھر اُدھر نظر ڈالتے ہیں۔ پھر آفتاب کی طرف دیکھتے ہیں اُسکی کرنیں خاصی گرم ہو چکی ہیں اور دھوپ ہر طرف پھیل گئی ہے وہ مسکراتے ہیں) اچھا تو سنو ____

نر سے پیدا ہووے نار　　ہر کوئی اُس سے رکھے پیار
ایک زمانہ اس کو کھاوے　　خسرو پیٹ میں وہ نا جاوے

**ایک لڑکا:** نر سے پیدا ہووے نار۔

**دوسرا:** ہر کوئی اُس سے رکھے پیار۔

**تیسرا:** ایک زمانہ اس کو کھاوے۔

**چوتھا:** کوئی نہ کوئی کھانے کی چیز ضرور ہے!.... مگر.... مگر پیٹ میں نا جاوے۔

**پہلا:** جوتا ہوگا ______!

**سوار:** کون کھائیگا تم میں سے جوتا؟ اب جاتے ہو کہ دوں ایک! (وہ دھمکانے والے انداز میں اُن کی طرف گھوڑا بڑھاتا ہے، لڑکے بھاگ جاتے ہیں، ادھر امیر حسن چھمّو کو پیار کی نظر سے گھورتے ہیں اسکے چہرے پر رنگ آجاتا ہے، امیر خسرو اُنکے چہروں کو دیکھ کر مسکراتے ہیں)

**خسرو:** کسی بے گھر کا گھر بسانا بڑا کارِ ثواب ہے چھمّو!

**چھمّو:** مگر میں (دل کی طرف اشارہ کرکے) اس کو کیا کروں؟

(چھمّو خسرو کے ناصحانہ سر ہلانے پر مُڑ پڑتی ہے اور "میں اپنے پیا کی جوگن بنوں گی، جوگن بنوں گی بروگن بنوں گی" گاتی ہوئی وہاں سے چلدیتی ہے، امیر حسن بہت لمبی ٹھنڈی سانس لیتے ہیں)

**خسرو:** گھبراؤ نہیں حسن! سچی لگن چاہیے، سچی لگن چاہیے! (پھر سواروں کی طرف مُڑ کر) تم کو کیسے آئے بھائی؟

**سردار:** (گٹھڑی بڑھاکر) جی امانت لے کر حاضر ہوئے ہیں۔ دربار میں طلبی ہے۔

**خسرو:** (گٹھڑی لے کر) ہاں بھائی چلتا ہوں، لاؤ یہ درباری لباس بھی پہن لوں۔

(وہ گٹھڑی لے کر مکان کے اندر چلے جاتے ہیں)

# چونتیسواں سین

وقت ——— صبح تقریباً دس بجے

مقام ——— شاہی محل کا ایک کمرہ

(کیقباد بستر علالت پر ہے (بیس بائیس برس کا جوان چہرے سے نقاہت ہی نہیں دہشت بھی ٹپکتی ہے) بڑے بڑے گاؤ تکیوں کے ذریعہ نیم دراز ہے ستر برس کا بوڑھا جلال الدین فیروز خلجی پاس ہی ایک کرسی پر بیٹھا ہے۔ اُسکے پیچھے اُس کا بیٹا ارکلیک خاں (چہرے پر خونخواری اور غیظ پرستی ٹپکتی ہے) اور اس کا بھتیجا اور داماد علاء الدین خلجی (چہرے پر متانت آنکھیں عقابی) دونوں کھڑے ہیں۔ مسہری کے سامنے قالین پر محمد شہ، مہرافروز، نائک گوپال اور اُنکے چند چیلے بیٹھے ہیں کچھ اور درباری ہاتھ باندھے شہنشاہ سے فاصلہ پر ایک قطار میں کھڑے ہیں)

حاجب : (آواز دیتا ہے) حضرت یمین الدولہ، ملک الشعراء امیر ابوالحسن خسرو حاضر ہوتے ہیں۔

(سارے درباری تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں خسرو داخل ہوتے ہیں)

نائک گوپال : ارے ! یہ تو وہی فقیر ہے !

مہر افروز : (دانتوں تلے اُنگلی دبا کر) اور میں نام بتانے پر بھی نہ پہچان سکی !

(امیر خسرو بادشاہ کے سلام کو جھکتے ہیں)

کیقباد : بڑا انتظار کرایا خسرو !

خسرو : جہاں پناہ ! "قرآن السعدین" جیسا جواہر پارہ بھی تو نذر کیلئے ساتھ لانا تھا۔

(زانو ٹیک کر کتاب دونوں ہاتھوں پر رکھ کر پیش کرتے ہیں)

کیقباد : (کتاب کی جگہ جگہ سے ورق گردانی کر کے) ہم اسے پھر دیکھیں گے، فی الحال تو ہم آپ تینوں باکمال مغنیوں کا گانا سُنیں گے !

امیر خسرو : جہاں پناہ ! میں اس قابل نہیں کہ اِن اُستادانِ فن کے ساتھ ساتھ میرا نام لیا جائے !

کیقباد : ماہدولت واقبال تمہارے مقام سے واقف ہیں خسرو ! ہم جانتے ہیں کہ تم نے طبلہ اور ستار ایجاد کیا ہے اور چوبیس کے قریب راگ راگنیاں بنائی ہیں۔

خسرو : جہاں پناہ کی ذرہ نوازی۔

کیقباد : اچھا اب تم بیٹھو امیر ! ــــ ہاں محمد شہ ــــ !

خسرو : (ہاتھ جوڑ کر) جان کی امان جہاں پناہ !

کیقباد : کہو کیا بات ہے ؟

**خسرو:** میں اِن اُستادوں کے بعد گانے کی بدتہذیبی نہیں کرسکتا، مجھے اِن سے پہلے ہی اجازت دی جائے!

**کیقباد:** دی گئی۔

(امیر خسرو ستار کے تار ٹھیک کرتے ہیں اور اپنی ایجاد "قول" سناتے ہیں)

الٰہی! تبت من قول المعاصی
واللہ کا نام باللہ! اللہ کا [1]

در تُوم تنا۔ در تُوم تُوم تانناناتنانا۔ نانا۔ درتا۔ لالے نا، لا — لے
در تلے۔ در تلے۔ تانوم۔ تانوم۔ تنا در توم۔ تناتانا در توم توم تا۔ ننا۔ نانا۔

(نائک گوپال امیر خسرو کی پیٹھ ٹھونک کر اپنے شانوں پر پڑی شال اُنہیں اُڑھا دیتا ہے)

**نائک گوپال:** تم یقینی ہم سب سے بڑے نائک ہو امیر خسرو!

(کیقباد کچھ کہنا چاہتا ہے کہ دفعتاً ہجوم کا شور سنائی دیتا ہے)

**ہجوم کی آواز:** دُہائی ہے! دُہائی ہے! اَن داتا کی دُہائی ہے!

**کیقباد:** (جلال الدین خلجی سے) وزیر اعظم! یہ کاہے کی دُہائی ہے۔ اُن کی درد بھری فریاد سے ہمارے دل پر چوٹ لگتی ہے۔ جلدی جاؤ، دیکھو انہیں کیا دُکھ پہنچا ہے؟

---

[1] اے اللہ! میں نے گناہ کے کلام سے توبہ کر لی ہے۔ یعنی میں جھوٹ نہیں بولتا، سچ سچ کہتا ہوں بلکہ تیری ہی قسم اور سوگند کھاتا ہوں کہ سوائے تیرے نام کے اور کوئی موجود نہیں!

جلال الدّین: بسر وچشم جہاں پناہ!

(وہ چلا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ارکلی، وعلاء الدین بھی جاتے ہیں۔

نانک گوپال کے چیلوں میں سے ایک اکتارہ بجانے لگتا ہے)

کیقباد: (ہاتھ کے اشارے سے روک کر) اس وقت اِس فریاد کے آگے ہر چیز

بے سُری ہے!

# پینتیسواں سین

وقت ــــــــــــ صبح

مقام ــــــــــــ قلعہ کی دیوار

(جلال الدین، ارکلیک اور علاء الدین قلعہ کی دیوار کے نیچے جھانک رہے ہیں ــــــــ نیچے کسانوں کا ہجوم ہے اُن کے ساتھ کچھ شہری بھی ہیں)

**مجمع:** دُہائی ہے، دُہائی ہے۔ شہنشاہ کیقباد کی دُہائی ہے!

**علاء الدین:** (ہاتھ اُٹھا کر) خاموش! (مجمع چُپ ہو جاتا ہے) تمہاری فریاد کی آواز شہنشاہ کے مبارک کانوں تک پہنچ گئی ہیں۔ اس رعیت پرور بادشاہ کا دل تمہارے نالے نے ہلا دیا ہے۔ وہ جاننے کے لیئے بے چین ہیں کہ تمہیں کیا تکلیف ہے۔ تمہارے ہر دلعزیز وزیر اعظم کو یہی دریافت کرنے کیلئے بھیجا ہے!

(مجمع وزیر اعظم کی دین سے پالگی بجا لاتا ہے)

**جلال الدین:** بتاؤ کیا تکلیف ہے؟

**مجمع کا لیڈر:** ہماری ساری فصل سوکھ رہی ہے، پانی نہ برسے گا تو کال پڑ جائے گا!

**جلال الدین:** ارے بھائی تو کنوؤں سے، نہروں سے، ندیوں سے، نالوں سے، دریاؤں سے سینچائی کرو۔ سرکاری عامل تمہاری مدد کریں گے!

**لیڈر:** سرکار! کنویں، ندی، نالے سب سوکھ گئے، بڑے بڑے دریاؤں کا پانی پایاب ہو گیا ہے!

**جلال الدین:** (بڑی مایوسی سے) تو شہنشاہ کیا کر سکتے ہیں؟ یہ تو صرف خدا ہی کے رحم و کرم کا فیضان ہے، اُسی سے مانگو!

**لیڈر:** ان داتا! شہنشاہ کے دربار میں ایران و ہندوستان کے چوٹی کے نائک موجود ہیں ہم نے سُن رکھا ہے کہ وہ ایسے راگ جانتے ہیں جن سے آگ بھی لگ جاتی ہے اور پانی بھی برس جاتا ہے۔ اُن کو شہنشاہ حکم دیں۔ آخر اُن کا راگ کس دن کام آئے گا؟

**جلال الدین:** مجھے یقین نہیں کہ کامیابی ہو، مگر میں تمہاری عرض شہنشاہ تک پہنچاتا ہوں۔ میں اُن کے فیصلے سے ڈھنڈورا پٹوا کر تمہیں اطلاع دوں گا!

(وہ ارکلیک اور علاء الدین کے ساتھ چلا جاتا ہے)

**مجمع:** نائکوں کو حکم دیا جائے۔ نائکوں کو حکم دیا جائے۔ دُہائی ہے! دُہائی ہے!

# چھتیسواں سین

وقت ـــــــــــ صبح

مقام ـــــــــــ شاہی محل کا کمرہ!

(کیقباد، امیر خسرو، محمد شہ، نایک گرپال، سارے درباری منتظر ہیں۔ کہ جلال الدین، ارکلیک اور علاء الدین داخل ہوتے ہیں)

**کیقباد:** بتاؤ وزیر اعظم! کیا تکلیف ہے ہماری رعیت کو؟ ہم کیا کر سکتے ہیں اُن کے دُکھ کی دوا کے طور پر؟

**جلال الدین:** جہاں پناہ اُن کی فصلیں کھڑی سوکھ رہی ہیں اور پانی ایک بوند نہیں برسا۔ ندی، نالوں، تالاب، کنوؤں میں پانی نہیں کہ اُنہیں سے سینچنے کا کام لیا جائے۔ وہ اسی کی فریاد لائے ہیں!

کیقباد : خدا کی پناہ! یہ تو قحط کے آثار ہیں، کیا کیا جائے؟ کوئی تدبیر ہے اِس بلا کے ٹالنے کی؟

جلال الدین : اُنہیں کا کہنا ہے کہ یہاں جہاں پناہ کے دربار میں اِس وقت ایران و توران اور ہندوستان کے گویّے موجود ہیں، یہ ایسے راگ جانتے ہیں کہ جن کے ذریعہ پانی برسایا جاسکتا ہے، اُن کو حکم دیا جائے کہ وہ اپنا کمال دکھائیں۔

کیقباد : کیا یہ ممکن ہے؟

(وہ محمد شہ، گوپال اور امیر خسرو پر نظر ڈالتا ہے)

محمد شہ : جہاں پناہ! ایران کے راگ راگنیوں میں کوئی ایسی چیز نہیں۔

نایک گوپال : ان داتا میگھ راگ جانتا تو ضرور ہوں، مگر اس کے لئے دو ہفتے کی تپسیا ضروری ہے!

کیقباد : امیر خسرو؟

امیر خسرو : جہاں پناہ! بہت بڑی جرأت کا کام ہے اور بہت بڑا امتحان ہے۔

کیقباد : بہت بڑی بلا بھی تو ہے امیر خسرو! اب جان لڑا کر اُسے کسی طرح ٹالو!

امیر خسرو : جہاں پناہ کا جیسا حکم! لیکن اعلان کرا دیا جائے کہ ہر مسجد، ہر خانقاہ، ہر مندر، ہر مٹھ، ہر عبادت گاہ میں دُعا کی جائے۔ شاید سب کا پالنے والا ہم غریبوں کی سُن لے!

# سینتیسواں سین

وقت ——————— دوپہر
مقام ——————— محل کا ایک برآمدہ

(خسرو اور مہرافروز باتیں کر رہے ہیں)

مہر: میں نے خوب دھوکا کھایا۔
خسرو: میں نے تو پہچنوانے میں کوئی کمی نہیں کی۔ اپنا نام بھی بتایا۔ تخلص بھی!
مہر: دل کہتا تھا، یہی ہوں گے۔ عقل کہتی تھی ملک الشعراء امیر خسرو فقیروں کے لباس میں کہاں؟
خسرو: خسرو کا اصلی رنگ تو وہی ہے، یہ درباری البتہ سوانگ بھرنا ہے۔
مہر: لیکن مجھ کو تو یہی رنگ پسند ہے۔

خسرو: کیوں ____؟

مہر: اِس لئے کہ اِس میں آپ کی اصلی وجاہت ہے۔ آپ کے مرتبہ کی جلالت ہے اور آپ کے ذریعہ شعر و ادب کی عظمت ہے!

خسرو: دیکھو مہر، تم پھر دھوکا کھا رہی ہو، تم نے اب بھی خسرو کو نہیں پہچانا!

مہر: اُن کے پہچاننے میں اب کیا دِقّت ہے آنکھوں کے سامنے ہیں۔ جمال و کمال و جلال کا مرقع!

خسرو: وہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ تم ایک شاہی رقاصہ کی نظروں سے اُس کے ظاہر کو دیکھ رہی ہو۔ ایک عورت کی پاکیزہ نگاہوں سے اُس کے باطن کو دیکھنے کی کوشش کرو۔ (وہ برآمدے سے صحن میں اُترنے کے لئے مڑتے ہیں)

اچھا خدا حافظ!

مہر: آخر اتنی جلدی کیا ہے؟

خسرو: ململ کا دوپٹہ اگر آگ کے شعلے سے قریب دیر تک رہے گا تو اُس کا جل جانا یقینی ہے!

مہر: میں آپ کی یہ پہیلی نہ بوجھ سکی!

خسرو: (مسکرا کر) پاکیزگی نفس کی جو چادر میں نے اوڑھ رکھی ہے، وہ ململ سے بھی زیادہ باریک ہے اور تمہارے شعلۂ حُسن کی لپٹیں بہت تیز!

(وہ لمبے لمبے قدم رکھتے صحن پار کرنے لگتے ہیں۔ مہر تھوڑی دیر تعجب سے منہ کھولے اُن کی پشت کو دیکھا کرتی ہے۔ پھر خسرو کا مطلب پوری طرح سمجھ کر خوشی سے مسکرا دیتی ہے)

# اڑتیسواں سین

وقت ——————— سہ پہر

مقام ——————— شہر کا چوک

(وہی مقام ہے جہاں پہلے سین میں ڈگی پٹی تھی۔ اسی طرح کا مجمع ہے)

ڈھنڈھورِیا: ڈگرام دھڑام، ڈگرام دھڑام، ڈگرام دھڑام، ملک اللہ کا، حکم شہنشاہ کیقباد کا! دلّی والو سنو! سنو! شہنشاہ کا حکم سنو! شہنشاہ نے ملک میں خشک سالی کا حال سُن کر حکم دیا ہے کہ آج سے برابر بیل گاڑیوں، اونٹ گاڑیوں پر اناج اور پکا ہوا کھانا لاد کر گاؤں گاؤں، اور قصبے قصبے بھیجا جائے گا۔ تاکہ اُن کی رعیت میں سے ہر ایک نئی فصل کٹنے تک پیٹ بھر کر کھائے اور کوئی فرد بھوک کی تکلیف نہ اُٹھائے!

مجمع: شہنشاہ کیقباد زندہ باد! شہنشاہ کیقباد زندہ باد!

ڈھنڈھوریا: کڑم دھڑم، کڑم دھڑم، کڑم دھڑم! ملک اللہ کا! حکم شہنشاہ کیقباد کا، ہمارے، خدا ترس بادشاہ نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ آج پوری رات ہر مسجد، ہر مندر، ہر خانقاہ، ہر مٹھ، ہر عبادتگاہ میں لوگ اکٹھا ہو کر دعا کریں۔ پرارتھنا کریں کہ ہم سب کا پالنے والا ہم پر رحم کرے اور پانی برسائے!

مجمع: ہم ضرور دعا کریں گے۔ ہم اوشیہ پرارتھنا کریں گے! ہم ہَون کریں گے! ہم کیرتن کریں گے!

(مجمع چھٹنے لگتا ہے)

ڈھنڈھوریا: کڑم دھڑم، کڑم دھڑم، کڑم دھڑم! ٹھہرو! ٹھہرو! پوری بات تو سُن لو! شہنشاہ نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ کل صبح امیر خسرو پانی برسنے کیلئے میگھ راگ گائیں گے۔ ساری مسجدوں میں اس وقت دعائیں ہوں، سارے مندروں میں اُس وقت پرارتھنائیں ہوں آرتیاں اُتاری جائیں، گھنٹے بجائے جائیں!

مجمع میں سے ایک: سننے والی چیز ہوگی!

دوسرا: دیکھنے والا سماں ہوگا!

ایک قلندر: ارے ہمارے امیر گائیں گے تو پانی برس کر رہے گا برس کر رہے گا!

دوسرا: ہو کے رہے گا، ہو کے رہے گا!

تیسرا: چلو پیر کو خبر دیں، وہ بھی ساتھ ساتھ دعا کریں گے تو پانی برس کر رہے گا! برس کر رہے گا!

ڈھنڈھوریا: کڑم دھڑم، کڑم دھڑم، کڑم دھڑم! ملک اللہ کا......

(ڈھنڈھورے کی آواز دور ہوتی چلی جاتی ہے)

# اُنتالیسواں سین

وقت ———— صبح

مقام ———— قلعہ کا صحن

(قلعہ کے صحن میں مجمع ہے، شاہی محل کے سامنے پرے باندھے ہوئے فوجی سپاہی اور امرار سلطنت کھڑے ہیں۔ برآمدے میں تخت پر کیقباد بیٹھا ہے جلال الدین، علاء الدین اور ارکانِ سلطنت اغل بغل کھڑے ہیں۔ پس منظر سے اذان اور گھنٹوں کے بجنے کی آوازیں آرہی ہیں۔ امیر خسرو ایک سپید تہمد باندھے، ایک سپید چادر لپیٹے، ہاتھ میں ستار لیے مجمع میں سے ہوکر نکلتے ہیں اور صحن کے بیچ میں سنگ مرمر کے چبوترے پر آکر بیٹھ جاتے ہیں۔ پہلے وہ اپنا مشہور قلبانہ گاتے ہیں)

## مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ[1]

در تیلے - در تیلے دردانی　　ہم تم تنانا تنا تارے
یَلَلِی یَلَلِی یَلَا یا للے　　مَنْ کُنْتُ ......

دیھو وہ میگھ ملہار میں ایک گیت گانے لگتے ہیں ــــ چند منٹ میں مطلع پر ابر آتا ہے بجلی چمکنے لگتی ہے. مندروں سے سنکھوں اور مسجدوں سے اذان کی آوازیں تیز ہوتی جاتی ہیں، امیر خسرو کا جوش بڑھتا جاتا ہے - دفعتاً موسلا دھار پانی برسنے لگتا ہے ــــ امیر خسرو کی آنکھ سے آنسو جاری ہو جاتا ہے اور وہ خاتمہ سماع والا قلبانا گاتے ہیں!)

آلِ نبیؐ[2] صَلَواۃُ اللہِ وسلامُ علیہِم وآلہٖ
فاطمۃؑ[3] بِضعۃُ مِنّی - آہے وا بِضعۃُ مِنّی - فتا تو دانی - دانی - داتی - در تلے
ذرا تیع - نت نت نت تا - درا تلے سے - درا تلے سے - لا - آ - آ - آ - آ - آ
آلِ نبی ......

(پھر اقرو زرا اور گھمو پر "فاطمۃ بضعۃ مِنّی" سنتے ہی حال والی کیفیت طاری ہو جاتی ہے وہ امیر خسرو کے سامنے آکر ناچنے لگتی ہیں. آہستہ آہستہ اس کیفیت کا اثر دوسرے سامعین پر بھی ہوتا ہے. محمد شاہ، نایک گوپال اور اُنکے چیلے امیر خسرو کے ساتھ آکر گانے لگتے ہیں - اور صحن میں کھڑا سارا مجمع ناچنے لگتا ہے)

(بالآخر امیر خسرو تھک کر سجدۂ شکر میں گر پڑتے ہیں)

---

[1] میں جس کا مولا اور آقا ہوں، علی اُس کے مولا اور آقا ہیں۔ [2] اے رسولؐ کی بیٹی کی اولاد! اُسی رسولؐ کی جسکی اولاد پر اللہ کی طرف سے درود و سلام بھیجا جاتا ہے۔ [3] فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے۔

# چالیسواں سین

وقت ——————— صبح

مقام ——————— شاہی محل کا برآمدہ

(کیقباد، جلال الدین، علاء الدین اور دیگر اراکین سلطنت سوائے ارکلیک کے اِس منظر سے متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ مجمع اُچھلتا کودتا، خوشیاں مناتا، کیچڑ اُچھالتا قلعہ کے پھاٹک سے نکل جاتا ہے۔ مہرافروز، محمد شہ، نایک گوپال برآمدے کی طرف واپس آتے دکھائی دے رہے ہیں۔ لیکن امیر خسرو اسی طرح سجدے میں پڑے ہیں، بار بار بجلی چمکتی ہے اور اُن کے جسم اور چہرے کو چمکا دیتی ہے)

کیقباد: (آنکھ سے آنسو پونچھتے ہوئے امیر خسرو کی طرف اشارہ کرکے علاء الدین سے) امیر کو اُٹھالاؤ (اراکین سلطنت کی طرف متوجہ ہوکر) تم لوگ جاکر اُنہیں آنے

کندھوں پر اُٹھا لاؤ!

ارکینِ سلطنت: حکمِ شاہی سر آنکھوں پر۔

(علاء الدین اور کئی ارکین حکم کی تعمیل کیلئے آگے بڑھتے ہیں)

جلال الدین: جہاں پناہ ـــــ!

کیقباد: کیا بات ہے وزیرِ اعظم!

جلال الدین: ظلِ اللہ! امیر کو اُن کی حالت پر چھوڑ دینا ہی مناسب ہے!

کیقباد: کیوں ـــــ؟

جلال الدین: جہاں پناہ وہ اِس وقت ایسی بلندی پر ہیں کہ انسانی ہاتھ اُن تک نہیں پہنچ سکتا!

(دفعتاً زور کی بجلی چمکتی ہے اور ایسا تڑاخا ہوتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ ہی میں کہیں بجلی گری۔)

جلال الدین: یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ[1] (کہہ کر پیچھے ہٹ جاتا ہے)

(امیر خسرو جیسے خواب سے چونک پڑتے ہیں۔ اور ستار لئے لڑکھڑاتے ہوئے چبوترے سے اُترتے ہیں اور قلعہ کے پھاٹک سے نکل جاتے ہیں)

---

[1] بجلی کی کڑک اسی کے گُن گاتی ہے۔

# اِکتالیسواں سین

وقت — وہی صبح

مقام — قلعہ کا پھاٹک

(قلعہ کے باہر اسی برستے پانی میں امیر حسن اور چھمّو کھڑے ہیں۔ امیر خسرو لڑکھڑاتے ہوئے پھاٹک سے باہر نکلتے ہیں۔ امیر حسن دوڑ کر انہیں سنبھالتے ہیں۔ چھمّو بھی لپکتی ہے۔ امیر خسرو دونوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر چلنے لگتے ہیں۔ آہستہ آہستہ کچھ درویش، کچھ قلندر، کچھ اور لوگ بھی ساتھ ہو لیتے ہیں)

چھمّو: میرا جھونپڑا قریب ہی ہے۔ میرے امیر! وہیں چل کر تھوڑی دیر آرام کر لیجیے!

امیر حسن: نہیں، وہ میرے مہمان ہیں، اسی کے غش خانہ تک چلیں گے۔

خسرو: نہیں، مجھے میری منزل تک لے چلو، وہیں مجھے پہنچنا ہے، اپنے پیر کی درگاہ!

# بیالیسواں سین

وقت ________ صبح کے کچھ دیر بعد

مقام۔ نظام الدین اولیا کی درگاہ کا پھاٹک

( نظام الدین اولیا کی درگاہ کے سامنے امیر حسن، چھمو، محمد شہ، مہرافروز، نائیک گوپال، امیر خسرو کے ساتھ گاتے چلے جا رہے ہیں۔ مہرافروز اور چھمو بیچ بیچ میں ناچنے بھی لگتی ہیں۔ پانی اسی طرح برس رہا ہے، اس گانے میں مہرافروز سب سے زیادہ جوش سے حصہ لے رہی ہے )

## گیت

موراجوبنا نویلرا بھیو ہے گلال
کیسے گھر دینی بکس (بخش) موری مال

نجام (نظام) دیں اولیا کو کوئی سمجھائے

جوں جوں مناؤں وہ تو روسا ہی جائے

مورا جوبنا نولیرا بھیو ہے گلال

چوریاں پھوروں، پلنگ پر ڈاروں

اِس چولی کو میں دوں گی آگ لگائے

کیسے گھر دینی بکس موری مال

سونی سیج ڈراون لاگے

برہا اگن۔ موہے ڈس ڈس جائے

نجام دیں اولیار کو کوئی سمجھائے

(دفعتاً چند درویش اندر سے دوڑتے ہوئے آتے ہیں)

ایک: حضرت خواجہ مسکرا دئے! امیر آپ کے گیت پر چھ ماہ بعد مسکرا دئے!

(امیر خسرو خوش ہو کر دوسرا گیت گانے لگتے ہیں)

حضرت کھاجا سنگ کھیلیے دھمال

مالن کھاجا ہل بن بن آیو تائے

حضرت رسول صاحب جمال!

حضرت کھاجا سنگ کھیلیے دھمال!

(مجمع درگاہ کے پھاٹک میں داخل ہو جاتا ہے)

# تینتالیسواں سین

وقت ــــــــــــــ شام
مقام ــــــ محل کے مہمان خانہ کا ایک کمرہ

(مہمان خانے کے ایک کمرہ میں جس میں مختلف آلات موسیقی رکھے ہیں، محمد شہ اور مہرافروز میں گفتگو ہو رہی ہے۔ محمد شہ کے چہرے پر ناصحانہ انداز والی کیفیت ہے۔ مہرافروز کے چہرہ پر ہٹ اور غصہ کی جھلک)

مہرافروز: (جھنجھلائی ہوئی آواز میں) ..... مگر آپ جانتے ہیں، وہی میرے دل کے خسرو ہیں۔ میں انہیں کی تلاش میں ایران سے ہندوستان آئی!

محمد شہ: ہاں، مگر ہم خلجیوں کے خادم ہیں اور ارکلیک ہمارا محسن زادہ، ہمارا شہزادہ ہے!

مہرافروز: ہوگا ۔۔۔ دل پر جبر نہیں کیا جا سکتا!

محمد شہ: مگر جسم پر تو کیا جا سکتا ہے اور طاقت شہزادے ہی کے پاس ہے!

مہرافروز: ہم اس سے بڑے کی پناہ میں چلے جائیں گے!

محمد شہ: (پھپکاری مار کر) ہونہہ! بڑے سے مراد اگر جلال الدین خلجی ہے، تو وہ ارکلیک کا باپ ہے، وہ بیٹے کی خوشی چاہے گا نہ کہ تمہاری اور ....

مہرافروز: جلال الدین سے بڑا بادشاہ جو ہے، اُس کی پناہ میں!

محمد شہ: ارے کیقباد؟ وہ بیمار چند دن کا مہمان ہے۔

مہرافروز: تو اللہ سب کا نگہبان ہے!

(عصا بردار داخل ہوتا ہے)

عصا بردار: جہاں پناہ آپ دونوں کو یاد فرما رہے ہیں!

(محمد شہ درباری پگڑی سر پر رکھ کر مہرافروز کے ساتھ عصا بردار کے پیچھے پیچھے روانہ ہو جاتا ہے۔)

# چوالیسواں سین

وقت ـــــــــ شام
مقام ـــــــــ شاہی محل کا کمرہ

(کیقباد پہلے کی طرح مسہری پر نیم دراز ہے۔ جلال الدین خلجی کرسی پر بیٹھا ہے اُس کے پیچھے ارکلیک اور علاء الدین کھڑے ہیں، امراء، علماء، فضلاء، شعراء اور دوسرے درباری اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے اور بیٹھے ہیں
امیر خسرو اپنی مثنوی سُنا رہے ہیں۔ واہ واہ سبحان اللہ کی صدائیں بلند ہیں۔
محمد شاہ اور مہر افروز داخل ہوتے ہیں اور کورنش بجا لاتے ہیں)

کیقباد: آؤ، آؤ مہر افروز! کیا مثنوی کہی ہے امیر خسرو نے! اس میں صرف دو شہنشاہوں کا ملنا ہی نہیں بیان کیا ہے بلکہ بلاغت و فصاحت نازک خیالی و

حسن بیان، پاکیزگیٔ زبان، لطافتِ کلام، ساری شیرینی، ساری دلفریبی، ساری نکتہ رسی، غرض شاعری کی ساری خوبیاں یکجا کر دی ہیں۔ یہ یقینی قرآن السعدین ہیں (رُک کر جلال الدین کی طرف دیکھتا ہے) ہم نے وعدہ کیا تھا کہ ہم امیر خسرو کو اِس مثنوی کے نظم کرنے پر جتنا سونا وہ طلب کریں گے۔ عطا کرینگے۔

(امیر خسرو کی طرف مسکرا کر دیکھتا ہے) کتنا سونا مانگتے ہو امیر خسرو اِسکے صلے میں؟

امیر خسرو: جہاں پناہ کا خادم بیوی کے تقاضوں سے عمر بھر کیلئے چھٹکارا پانا چاہتا ہے۔

جلال الدین: یہ ناممکن ہے اُسے کتنا ہی دو، ہر روز نئے تقاضے ہوتے جائینگے!

کیقباد: (مسکرا کر) کیا یہ قول ذاتی تجربہ کی بنا پر ہے؟ (سب ادب سے ہنستے ہیں)

جلال الدین: ظل اللہ! نصف صدی سے زائد کا تجربہ (سب پھر ہنستے ہیں)

کیقباد: (تجربہ کی بات سُنی امیر خسرو! زندگی بھر کیلئے تو چھٹکارا پانا مشکل ہے۔ (سب ہنستے ہیں) پھر بھی ہم سُننا چاہتے ہیں کہ وہ کتنا سونا مانگتی ہیں؟

خسرو: ظل اللہ! اُن بیگم صاحبہ کا حکم ہے کہ جہاں پناہ جیسے مجسم سخاوت وجود، وعطا سے ہاتھی برابر سونا انعام میں مانگا جائے!

(کیقباد پھیکی مسکراہٹ سے جلال الدین کو دیکھتا ہے، اُس کا منہ تعجب سے کھل جاتا ہے ارکلیک بول اُٹھتا ہے)

ارکلیک: ہاتھی برابر سونا! پاگل ہوئی ہے وہ؟

کیقباد: (غصہ سے چہرہ سرخ ہو جاتا ہے) ارکلیک! تم بھول جاتے ہو کہ تم اپنے شہنشاہ کے روبرو کھڑے ہو!

(جلال الدین بیٹے کو نظروں نظروں میں ملامت کرتا ہے)

**ارکلیک**: (ہاتھ جوڑ کر) جان بخشی!

**کیقباد**: معاف کیا ہم نے! (جلال الدین سے) وزیر الممالک! ہمیں اپنی زبان کا پاس رکھنا ہے۔ ملک الشعراء امیر خسرو کو قرآن السعدین کے صلے میں ہاتھی برابر سونا کل ہی خزانہ سے دلوا دیا جائے!

**جلال الدین**: (کرسی سے تعظیماً کھڑے ہو کر) جیسا حکم جہاں پناہ کا!

(امیر خسرو سلام کر کے پیچھے ہٹتے ہیں)

**کیقباد**: خوش ہوئے امیر خسرو!

**امیر خسرو**: (ہاتھ جوڑ کر) خادم تو بارش ابرِ کرم سے بوکھلا گیا ہے۔ حضرت شیخ شرف الدین تبری کا ایک دوہا کچھ برمحل سا ہے، وہ عرض ہے۔

شرف حرف مائل کہیں، در دیکھ نہ بسائے!
گر دھوئیں دربار کی درد دور ہو جائے!

**کیقباد**: خوب، خوب! (مہر افروز کی طرف مڑ کر) مہر! ہم نے امیر خسرو کا نیا ساز اچھی طرح نہیں سنا اور نہ تمہارا ناچ ہی دیکھا۔ کمال کا تماشا یہ ہو گا کہ امیر کی انگلیاں ستار کے تار پر دوڑیں اور تمہارے پاؤں دیکھنے والوں کے تارِ نظر پر!

(مہر افروز سلام کر کے ناچتی ہے۔ امیر خسرو ستار بجاتے ہیں۔
کیقباد دونوں کے کمال سے بہت خوش ہوتا ہے اور مہر افروز کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ وہ محمد شاہ کو اشارے سے اپنے پاس بلاتا ہے اور اس کے کان میں کہتا ہے۔)

**کیقباد**: مابدولت و اقبال کو یہ حسینہ بہت پسند آئی۔ ہم اسے حرمِ خاص میں

داخل ہونے کی عزت دینا چاہتے ہیں۔ مگر ذرا اس علالت سے صحتیاب ہونے کے بعد! تم اِس بے بہا موتی کو خاص حفاظت سے رکھو۔ یہ ہماری امانت ہے!

(محمد شاہ ہاتھ جوڑ کر سرِ تسلیم خم کرتا ہے)

---

# بینتالیسواں سین

وقت ——— شب

مقام ——— مہمان خانہ کا برآمدہ

(امیر خسرو اور مہرافروز برآمدے میں کھڑے باتیں کر رہے ہیں)

مہرافروز: امیر! میری طرف سے دلی مبارکباد قبول فرمایئے۔

خسرو: (مسکرا کر) کاہے کی مبارکباد؟

مہرافروز: اتنا بڑا انعام پانے کی!

خسرو: (خشک لہجہ میں) میں تمہارے منہ سے انعام پانے پر مبارکباد نہیں قبول کرنا چاہتا!

مہرافروز: (گھبرا کر) ارے کیوں! مجھ سے کیا غلطی ہوئی، کیا قصور ہوا؟

اپنی اِس کنیز کی مبارکباد کیوں نہ قبول کی جائے گی ؟

خسرو: اِس لئے کہ تم خود ایک فنکار ہو۔ ہمیں آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دینا چاہیئے اِس امر پر کہ ہم نے ایک شاہکار کی تخلیق کی، نہ کہ اِس بات پر کہ امیروں اور بادشاہوں نے اِس تخلیق کی قدر کی۔ اُن کی قدردانی یا ناقدری سے ہماری تخلیق کی نہ قدر بڑھتی ہے نہ گھٹتی ہے! وہ عموماً ناسخن شناس ہوتے ہیں!

مہر افروز: میں معافی خواہ ہوں امیر (روہانسی آواز میں) مجھے تو ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ میرا خلوص بھی آپ کو ناگوار گزرتا ہے!

خسرو: مہر میں تمہارے خلوص کی بڑی قدر کرتا ہوں اور تمہارے بھولے پن کی بڑی عزت کرتا ہوں اسی لیئے اِس طرح کی گفتگو کرتا ہوں۔ ورنہ مجھے کیا دُنیا میں ہر طرح کے باکمال پڑے ہیں! میں نے خود بھی کسی فنکار کی تعریف کے سوا مذمت نہیں کی!

(وہ گردن جھکا لیتی ہے۔ تو امیر خسرو اس سے قریب آکر اُس کی پیٹھ تھپکتے ہیں۔ ویسے ہی ارکلیک آجاتا ہے اور اُس کے دل میں جذبہ رشک و حسد جاگ اُٹھتا ہے)

ارکلیک: (طنزیہ مسکراہٹ سے) امیر! میری مہر سے کیا گھُل مل کے باتیں ہو رہی ہیں؟

خسرو: (ذرا تلخی سے) وزیر زادے مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ آپ کی باندی ہے!

ارکلیک: یہ ملکۂ حسن باندی نہیں، شہزادی ہے ملک الشعراء! میرے دل پر راج کرنیوالی رانی!

**مہرافروز:** وزیرزادے صاحب! میں بھی یہیں کھڑی ہوں، ذرا ہوش میں رہ کر باتیں کیجیے۔ میں ایک فنکار ہوں، آزاد من موجی! نہ آج تک کسی کے ہاتھ بکی ہوں، نہ مجھے آپ کے راج کی ضرورت ہے!

**ارکلیک:** تو جانتی ہے تو کس سے باتیں کر رہی ہے۔

**مہرافروز:** جی اچھی طرح جانتی ہوں۔ آپ شاید مجھے نہیں پہچانتے۔ میں ایک غیرملکی فنکار ہوں۔ مجھے نہ تو وزیروں کی سرپرستی کی ضرورت ہے۔ اور نہ وزیرزادوں کی!

**ارکلیک:** (جھپٹتے ہوئے) زبان لڑاتی ہے بدتمیز! رقاصہ کی بچی! (وہ اسے طمانچہ مارنے کے لیے ہاتھ اُٹھاتا ہے)

**امیرخسرو:** ٹھہریئے وزیرزادے! آپ میری موجودگی میں مہرافروز پر ہاتھ نہیں اُٹھا سکتے!

**ارکلیک:** (تلوار کھینچ کر) تو میں تمہیں بھی سبق دے سکتا ہوں، تم پر تو تلوار اُٹھا سکتا ہوں۔

**امیرخسرو:** (قبضے پر ہاتھ رکھ کر) مجھے قلم ہی نہیں، تلوار بھی چلانی آتی ہے صاحبزادے!

(علاءالدین آجاتا ہے)

**علاءالدین:** (ڈانٹ کر) کیا کر رہے ہو ارکلیک! ملک الشعراء سے اور یہ بدتمیزی!

(ارکلیک رُک جاتا ہے، مہرافروز دوڑ کر علاءالدین کے پاس پہنچ جاتی ہے)

**مہرافروز:** امیرالامراء مجھے اپنی پناہ میں لے لیجیے۔ مجھے اس ظالم ارکلیک سے بچایئے!

علاءالدین: گھبراؤ نہیں مہر! تم میری ہی نہیں شہنشاہ کیقباد کی پناہ میں ہو ــــــــ یہ صاحبزادے تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے! (ارکلیک سے) ارکلیک! جاؤ تمہیں چچا جان وزیرالممالک بلا رہے ہیں۔ جاؤ، جلدی جاؤ! وہ تمہارا انتظار فرما رہے ہیں!

(ارکلیک منہ میں بڑبڑاتا چلا جاتا ہے)

علاءالدین: (خسرو سے۔ دلدہی کرتے ہوئے) ملک الشعراء! آپ اس لونڈے کی باتوں کی فکر نہ کیجیے۔ میں اسے دیکھ لوں گا!

خسرو: شکریہ امیرالامراء! مجھے اپنی فکر نہیں، مگر اس بھولی مہر کی حفاظت کی سخت ضرورت ہے!

علاءالدین: (مسکرا کر سرگوشی کے انداز میں) کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کو اسقدر فکر کیوں ہے؟ کہیں عشقِ حقیقی پھر تو مجاز کا سہارا نہیں ڈھونڈ رہا ہے؟

خسرو: جب تک جسم میں جان ہے حقیقت تک پہنچنے کا مجاز ہی ایک زینہ ہے!

علاءالدین: بہت خوب! تو آپ اطمینان رکھیں میں اس زینے کو آپ کی خاطر آپ کے لیے محفوظ رکھوں گا!

(مہرافروز اور امیر خسرو علاءالدین کو سلام کر کے مختلف رُخوں پر چلے جاتے ہیں۔ علاءالدین کھڑا مسکراتا رہتا ہے)

# چھیالیسواں سین

وقت ———— شب

مقام ———— محمد شہ کا کمرہ

(محمد شہ اور ارکلیک میں باتیں ہو رہی ہیں)

محمد شہ : وہ بادشاہ کی امانت ہے شہزادے!

ارکلیک : ارے وہ مفلوج کے دن چلے گا؟

محمد شہ : اِسی لیے تو کہتا ہوں کہ پھر گھبراہٹ کا ہے کی ہے مرے شہزادے! چار دن میں یہ راج پاٹ ہی آپ کے والد ماجد کا ہوگا۔ اِس میں رہنے بسنے والوں کی کیا مجال ہوگی کہ آپ کے حکم سے سرتابی کریں۔

ارکلیک : مجھے اس نیم مُردہ سے زیادہ امیر خسرو کی طرف سے کھٹکا ہے۔

محمد شاہ : (ہنس کر) اس مردِ خدا سے کیا ڈر؟ اُس کے دل میں تو سب کے لئے یکساں طور پر محبت ہی محبت ہے۔

ارکلیک : ارے میں اِن اللہ والوں سے اور بھی گھبراتا ہوں!

محمد شاہ : ایسا نہ کہئے شہزادے! دُنیا جانتی ہے امیر خسرو کی ذات سے سوائے فائدے کے کسی کو نقصان نہیں پہنچا! پھر وہ تو کل اپنا انعام لے کر پٹیالی جا رہے ہیں!

ارکلیک : ہاں اِس وقت تک تو آپ کے اللہ والے کا سونے کی چڑیا کے مقابلہ میں سونے کے ہاتھی پر دھیان لگا ہوگا!

(وہ ہنستا ہوا کمرے سے چلا جاتا ہے۔ محمد شاہ اُس کی پشت کو تعجب اور غصہ سے دیکھتا رہتا ہے)

---

(امیر خسرو دروازے تک پہنچ جاتے ہیں مہر افروز لپکتی ہے)

# سینتالیسواں سین

وقت ——— صبح

مقام ——— باغیچہ

(خسرو مہرافروز سے رخصت ہو رہے ہیں)

خسرو: بس اب مجھے جانے دو مہر!

مہرافروز: مجھے جی بھر کر دیکھ لینے دیجئے امیر! مدتوں سے ایک خیالی تصویر کلیجے سے لگائے بیٹھی رہی۔ اب جو اس سے بھی حسین مجسم اس کی اصل مل گئی والوں کی کیا مجال گھڑی بھر اطمینان سے دیکھوں بھی نہیں، باتیں بھی نہ کروں؟

ارکلیاک: مجھے اس نیم مردہ سے زیادہ امیر خسرو کی طرف سے امانت پہنچا آؤں، پھر اطمینان سے

مہرافروز: مجھے آپ کے پلٹ آنے کا یقین ہے۔ مگر میرا دل کہتا ہے کہ آج
کے بعد پھر آپ سے ملاقات نہ ہوگی!

خسرو: کیسی وہمی ہوتی جا رہی ہو تم مہر!

مہرافروز: یہ وہم ہی سہی مگر یہ وعدہ کیجیے کہ میری قبر پر ایک بار ضرور آیئے گا!

خسرو: (متاثر ہوکر) خدا کیلئے رحم کرو۔ میں بھی انسان ہوں، پتھر نہیں ہوں!

مہرافروز: مگر مجھے تو ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے!

خسرو: کیا۔؟

مہرافروز: یہی کہ انسان کم، پتھر زیادہ!

خسرو: اچھا یونہی سہی (رک کر) خدا حافظ!

مہرافروز: جایئے، خدا کو سونپا!

(دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر سسکنے لگتی ہے)

خسرو: (ٹھٹھکتے ہوئے) مہر رخصت کرتے وقت رونا بدشگونی ہے!

مہرافروز: (چہرے سے ہاتھ ہٹا کر آنسو پونچھتے ہوئے) میں کہاں رو رہی ہوں؟
کہاں رو رہی ہوں؟

خسرو: (مہر کا سر تھپکتے ہوئے) دیکھو کوئی ضرورت ہو تو امیر علاءالدین کو خبر کر دینا
وہ بات کے دھنی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے تمہاری مدد کرنے کا وعدہ
کیا ہے!

مہرافروز: (گھٹی آواز میں) بہت اچھا!

(امیر خسرو دروازے تک پہنچ جاتے ہیں مہرافروز لپکتی ہے)

مہرافروز: ذرا ٹھہریئے!

(امیر خسرو رک جاتے ہیں۔ مہرافروز قریب جا کر انہیں سر سے
پاؤں تک بڑی محبت بھری نظروں سے دیکھتی ہے)

مہرافروز: ذرا اپنے دونوں ہاتھ دے دیجیئے۔

(امیر خسرو ہاتھ بڑھا دیتے ہیں۔ وہ اُن کے ہاتھ آنکھوں سے
لگا کر چوم لیتی ہے ــــــ!)

مہر افروز: (منہ پھیر کر) بس اب سدھاریئے!

(امیر خسرو ایک منٹ تک کھڑے اُس کی مُڑی ہوئی پیٹھ اور
اپنے ہاتھوں کو دیکھتے ہیں۔ پھر بے بسی سے ٹھنڈی سانس لے کر
آہستہ آہستہ کچھ ڈگمگاتے ہوئے باغیچے سے باہر نکل جاتے ہیں
مہر ان کے جاتے ہی ان کے نقش قدم کو دیکھتی ہے۔ پھر ان میں
سے پہلے پر اپنے کو گرا کر اُسے چومتی ہے۔ پھر روتی ہوئی کھسکتی
ہے۔ دوسرے کو چومتی ہے۔ پھر تیسرے تک اسے پہنچاتی ہے اور اُس پر اپنا گال رکھ کر بیہوش سی ہو جاتی ہے)

---

# اڑتالیسواں سین

وقت ــــــــــ صبح تقریباً نو بجے

مقام ــــــــــ دریا کا کنارہ

(دریا کے کنارے ہجوم ہے۔ ہاتھیوں پر، اونٹوں پر، خچروں پر وزنی لکڑی کے صندوق لدے ہوئے ہیں اور سارے جانور ایک قطار میں کھڑے ہیں۔ اُن کی نگرانی ایک فوجی رسالہ ننگی تلواریں لئے کر رہا ہے۔ جلال الدین خلجی ایک زرنگار کرسی پر بیٹھا ہے، اُس کی پشت پر علماء، مشائخ، درویش اور قلندر کھڑے ہیں، اُن سے دور عوام پرا باندھے کھڑے ہیں۔ جلال الدین خلجی کے پاس ہی امیر خسرو بھی کھڑے ہیں ــــــ ایک بڑی کشتی دریا کے کنارے گھاٹ سے لگائی جاتی ہے جلال الدین کے اشارے پر ایک ہاتھی کشتی پر چڑھا دیا جاتا ہے کشتی پانی میں ڈوبتی چلی جاتی ہے

یہاں تک کہ پانی تقریباً گگر سے مل جاتا ہے، جہاں تک کشتی بھیگ جاتی ہے وہاں پر کوئلے سے لکیر کھینچ دیتے ہیں۔ پھر ہاتھی کو اُتار لیتے ہیں اور کشتی میں صندوقوں سے نکال کر سونے کی اینٹیں بھرنے لگتے ہیں۔ جب کشتی کوئلے سے بنی لکیر تک ڈوب جاتی ہے۔ تو جلال الدین کرسی سے اُٹھ کر پاس جاکر اُسے خود دیکھتا ہے۔ پھر امیر خسرو سے کہتا ہے)

جلال الدین: یہ رہا آپ کا انعام امیر خسرو۔ مبارک ہو!

امیر خسرو: (تسلیم کرتے ہوئے) مگر اتنی عرض ہے کہ یہ اینٹیں ان چھ گاڑیوں تک پہنچا دی جائیں جو باہر کھڑی ہیں!

جلال الدین: بہت اچھا (سواروں کے ایک سردار سے) دیکھو جی یہ خزانہ یہاں سے اُٹھوا کر بہ حفاظت گاڑیوں میں رکھوا دو اور ایک ورجن سواروں کا رسالہ ساتھ کر دو کہ وہ اِن گاڑیوں کو پٹیالی تک پہنچا آئے۔

امیر خسرو: رسالے کی کیا ضرورت ہے۔ گاڑی بان گاڑیاں ہنکا لے جائینگے۔

جلال الدین: جی یہ کروڑوں کا مال لوگ راستے میں لوٹ لیں گے!

امیر خسرو: خسرو کا مال کوئی نہیں لوٹے گا۔ سب جانتے ہیں وہ سب کا ہے اُسکا اکیلا نہیں!

جلال الدین: مجھے کیا عذر! تب یہ آپکا ہے آپ جو جی چاہے اس کا حشر کریں لیکن شاہی حکم کی تعمیل ضروری ہے (خسرو تنزیب سے بلندی پر چڑھنے لگتے ہیں جلال الدین اُنکی پشت کو حیرت سے دیکھتا رہتا ہے)

جلال الدین: عجیب بے پروا آدمی ہے، بلا کا نڈر بھی ہے۔

ایک مصاحب: یہ نڈری ہر ایک سے محبت اور ہر ایک پر بھروسے کا نتیجہ ہے امیر الامراء!

(جلال الدین سر ہلا کر اتفاق کرتا ہے)

# انچاسواں سین

مقام ــــــ دریا کے کنارے ایک سڑک

وقت ــــــ صبح نو بجے دن

(سڑک پر چھ بیل گاڑیاں سونے کی اینٹوں سے لدی کھڑی ہیں اُن کو عام نظروں سے چھپانے کے لئے اُن پر موٹے موٹے کمبل ڈال دیئے گئے ہیں۔ گاڑی بان امیر خسرو کے حکم کے منتظر ہیں۔ وہ سب کے آگے والی گاڑی کے پاس کھڑے ہیں' اُن کے مقابل کچھ علماء و شعراء ہیں اور بغل میں درویش و قلندر' دفعتاً ایک قلندر مجمع کو چیرتا ڈھکیلتا آگے آتا ہے)

قلندر: ہمارا حق دلوایئے امیر!

امیر خسرو: دو گاڑیاں پیرو مرشد نظام الدین اولیاء کے پاس لے جاؤ، عرض کرنا کہ

ایک گاڑی فقرار ومساکین، درویشوں اور قلندروں میں دستِ مبارک سے تقسیم فرمادیں۔

**ایک شاعر:** اور دوسری ؟

**امیر خسرو:** (مسکراکر) بیواؤں، یتیموں، ادیبوں اور شاعروں کو عطا فرمادیں!

**شاعر:** ہم بیواؤں اور یتیموں کے زمرے میں کیوں داخل کردیئے گئے امیر!

**امیر خسرو:** جب علم وادب حکومت کی سرپرستی سے محروم ہوجاتے ہیں تو وہ یتیم ہوجاتے ہیں اور جب شاعری کا کوئی قدرداں نہیں ہوتا تو وہ بیوہ ہوجاتی ہے۔

**ایک عالم:** (گاڑیوں کی طرف اشارہ کرکے) یہ شاعری کی قدردانی نہیں تو اور کیا ہے؟

**امیر خسرو:** میری شاعری تو آج سولہ سنگار کئے ہوئے دولہن بنی ہے، اسی لئے تو وہ اپنی بیوہ بہنوں کو بھولنا نہیں چاہتی، مبادا اُسے بھی ایک دن بیوہ بننا پڑے!

(گاڑی بانوں سے) لے جاؤ جی آگے کی دونوں گاڑیاں نظام الدین اولیار کی خدمت میں!

(ایک قلندر اُچک کر ایک گاڑی پر بیٹھ جاتا ہے، ایک پھٹا حال شاعر دوسری پر، دوسرا قلندر سڑک پر اُچھل کر آواز لگاتا ہے "امیر خسرو، زندہ باد!" ——— پورا مجمع اس نعرہ کو دہراتا ہے۔ اور پورا ساحل "امیر خسرو زندہ باد! امیر خسرو زندہ باد" کے نعروں سے گونجنے لگتا ہے۔)

---

# پچاسواں سین

وقت ——— دس بجے دن
مقام ——— شہر کا صدر دروازہ

(شہر کے صدر دروازے پر امیر خسرو ہاتھ کے اشارے سے گاڑیاں روکتے ہیں۔ امیر حسن پاس کھڑے ہیں، چھمّو مجمع کو جلدی جلدی حقّہ پلانے لگتی ہے۔ امیر خسرو اُسے پاس بلاتے ہیں اُس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہیں)

امیر خسرو: تو ہمیں بہت چاہتی ہے نا چھمّو!

چھمّو: (آنکھوں میں آنسو بھر کر) کیسے بتاؤں!

امیر خسرو: تو پھر تجھ کو وہی کرنا چاہیے جس میں میں خوش ہوں!

چھمّو: میں صدقے گئی آپ اپنی خوشی تو بتائیں!

امیر خسرو: تو میری خوشی اسی میں ہے کہ تو مجھے اجازت دے کہ میں تیرا نکاح امیر حسن سے
پڑھ دوں، بول تجھے منظور ہے؟

چھمو: (آنسو پونچھ کر گردن ہلا کر حامی بھرتی ہے) جیسی آپ کی خوشی!

امیر خسرو: اور میں نے امیر حسن کی طرف سے تجھے ایک گاڑی سونا مہر میں دیا منظور؟

(چھمو امیر کا پاؤں پکڑ لیتی ہے وہ فاتحہ کے لئے ہاتھ اٹھا دیتے ہیں)

امیر خسرو: (امیر حسن سے) لو میاں امیر حسن! اپنی ناموس سنبھالو! گاڑی بان! آخری
گاڑی موڑ کر ان دونوں کے ساتھ لے جاؤ!

(پھر وہ اپنی فینس کی طرف مڑتے ہیں جو وہیں سڑک پر رکھی ہے۔
اس میں سے اپنا جھولا نکالنے لگتے ہیں اور اس میں ہاتھ ڈال ڈال کر پوہے
بار بار نکالتے اور لٹاتے ہیں۔ مجمع ہنس ہنس کر لوٹتا ہے ایک ان
میں سے گانے لگتا ہے)

(دلہن دولہا کا جوڑا مبارک باشد! اے ہے اے ہے مبارک باشد
مبارک باشد! اے ہے، اے ہے دولہن دولہا کا جوڑا......

امیر خسرو: (ہنستے ہوئے) ارے بے وقوفو! کیا بے سرے پن سے الاپ رہے ہو
آؤ میرے ساتھ میرا بابل گاؤ:

لکھی بابل مورے

کاہے کو بیاہی بدیس رے، لکھی بابل مورے!
بھائیوں کو دیو محل دو محلے، ہم کو دیا پردیس رے لکھی بابل مورے
ہم تو اے بابل بیلے کی کلیاں۔ گھر گھر مانگی جائیں رے لکھی بابل مورے

ہم تورے انگنا کی بھولی رے چڑیاں، کھائیں پیئیں اُڑ جائیں رے لکھی بابل مورے
ہم تیرے کھونٹے کی بھولی رے گئیاں، ہانکو جدھر ہنک جائیں رے لکھی بابل مورے
طاق بھری میں نے گڑیاں جو چھوڑیں۔ چھوڑا سہیلی کا ساتھ رے، لکھی بابل مورے
سونا بھی دیو، روپا بھی دیو دیو رتن جڑاؤ رے لکھی بابل مورے
ایک نہ دی مورے سر کو وے کنگھی، ساس نند ٹونے ماریں رے لکھی بابل مورے
ننگے پاؤں مرا بابل دوڑا، سمدھی ڈولا تھام رے، لکھی بابل مورے
ڈولے کا پردہ اُٹھا کر جو دیکھا، آیا پیا پردیس رے، لکھی بابل مورے
کاہے کو بیاہی بدیس رے، لکھی بابل مورے

# اکانواں سین

وقت ——— دس بجے دن
مقام ——— سڑک

(صدر دروازے سے واپسی میں امیر حسن اور چھمّو آگے آگے اور بیل گاڑی پیچھے پیچھے سڑک پر چلے جا رہے ہیں۔ حُقہ چھمّو کی جگہ گاڑی بان کے ہاتھ میں ہے اور چھمّو کا سر دوپٹّہ سے ڈھکا ہوا ہے۔ وہ گردن جھکائے کچھ رنجیدہ سی چل رہی ہے)

حسن: کیوں چھمّو! کیا اپنے امیر کی خوشی کرنے میں بھی تمہیں غم ہو رہا ہے؟

چھمّو: (چونک کر۔ آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے) کس کو؟ مجھے! (شرارت سے آنکھیں نچا کر) تم نہ بوڑھے ہو اور نہ بدصورت!

(دونوں ہنسنے لگتے ہیں۔ وہ ہنستے ہنستے دفعتاً رک جاتی ہے)

**حسن:** اب کیا بات یاد آئی؟

**چھمّو:** سوچ رہی ہوں اتنا سارا سونا ہو گا کیا؟ ہم اسے کہ یں گے کیسے اس کی حفاظت کریں گے؟

**حسن:** (بڑی بے پروائی سے) اونہہ! وہ تمہارے مہر میں ملا ہے، تم جانو تمہارا کام!

**چھمّو:** جب میرے جسم وجان تمہارے ہوئے تو پھر یہ سونا میرا اکیلے کیسے؟ اب تو ہم ہر بات میں ایک دوسرے کے شریک ہیں۔

**حسن:** اُنہہ! یہ سب تو بعد میں سوچنے کی باتیں ہیں، مجھے تو جو اس سے بھی قیمتی چیز ملی ہے، اس وقت اُس کی فکر ہے!

**چھمّو!** اچھا، گاڑی بھر سونے سے بھی زیادہ قیمتی؟ وہ کیا ہے ہم بھی سُنیں!

**حسن:** (چھمّو کی ٹھوڑی میں ہاتھ لگا کر) یہ چھمّو میری جان!

**چھمّو:** (بناوٹی غصے سے) اے چلو، تم بڑے نٹ کھٹ ہو!

(دونوں پھر ہنسنے لگتے ہیں۔ گاڑی بان شرارت سے حقّہ پر لے کے ساتھ کش لیتا ہے اور گاتا ہے)

جوڑی سلامت، جوڑی سلامت باشد! ہو باشد!
جوڑی سلامت باشد! ہو مبارک باشد!

---

# باونواں سین

وقت ———— سہ پہر

مقام ———— خام سڑک

(امیر خسرو فینس پر آگے آگے چلے جا رہے ہیں۔ پیچھے پیچھے تینوں بیل گاڑیاں چلی آ رہی ہیں، سامنے سے ایک ٹٹو پر سوار مُراری لال آتے دکھائی دیتے ہیں۔ امیر خسرو کی فینس کے برابر آ کر وہ سلام کرتے ہیں۔ امیر خسرو فینس رکوا دیتے ہیں۔)

امیر خسرو: ارے میاں مُراری! تم کہاں چلے؟

مُراری: میں نے سُنا اپنے حضرت کو ہاتھی برابر سونا ملا ہے میں نے دل میں سوچا، میں بھی بٹیا کے جہیز کے لئے کچھ لے آؤں!

امیر خسرو: تم خواہ مخواہ پریشان ہوئے ہیں خود ہی یہ انبار گاڑیوں پر لادے اپنے ساتھ لارہا ہوں۔ پٹیالی پہنچ کر جتنا چاہنا اُس میں سے لے لینا!

مُراری: نہیں پیر و مرشد۔ میں اپنے حاتم کی سخاوت سے خوب واقف ہوں، مجھے ڈر ہے کہ یہ سب راستے ہی میں بٹ جائے گا! بس مجھے جو کچھ مزاج اقدس میں آئے یہیں عطا ہو جائے!

خسرو: اچھا بھائی اچھا، تو ایک گاڑی قطار میں سے الگ کرالو (متانت سے پوچھتے ہیں) اتنا تو شاید جہیز کے لئے کافی ہو جائے گا!

مُراری: جی ہاں، بہت اچھی طرح!

خسرو: (گاڑی بان سے) تم اپنی گاڑی سیٹھ جی کے ساتھ لے جاؤ!

(مُراری سلام کرتا ہے۔ فینس روانہ ہو جاتی ہے اور اُس کے پیچھے صرف دو بیل گاڑیاں چلتی دکھائی دیتی ہیں۔)

# ترپنواں سین

وقت ———— بارہ بجے شب

مقام ———— ایک باغ

(رات کا وقت ہے۔ گاڑیاں ایک باغ میں کھڑی ہیں۔ گاڑی بان کمبلوں میں لپیٹے سو رہے ہیں۔ ایک جگہ کچھ تھوڑی سی آگ روشن ہے۔ اُس کے پاس دو سپاہی درختوں کے تنوں سے ٹیک لگائے اونگھ رہے ہیں دفعتاً ڈھاٹوں میں مُنہ چھپائے دس بارہ آدمی آہستہ آہستہ ننگی تلواریں اور برچھے ہاتھوں میں لئے باغ میں داخل ہوتے ہیں، کچھ سوتے ہوئے بے خبر گاڑی بانوں کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں اور دونوں اونگھتے پہرے داروں کی مشکیں کس لیتے ہیں۔ وہ شور کرتے ہیں، گاڑی بان ہڑبڑا کر

اُٹھتے ہیں مگر سروں پر ننگی تلواریں دیکھ کر اپنے کو بے بس پاتے ہیں ۔ ویسے ہی امیر خسرو ہاتھ میں تسبیح لیے ایک طرف سے داخل ہوتے ہیں )

**خسرو :** یہ کیا ہے بھائی ؟ اِن بے چاروں کے سروں پر تلوار لیے کیوں کھڑے ہو ؟

**سردار :** کون ؟ پیر بھائی امیر خسرو !

**خسرو :** ہاں بھائی میں ہی ہوں اور یہ میرے ہی آدمی ہیں !

**سردار :** ( پاؤں پکڑ کر ) بڑی بھول ہوئی حضرت ! ہمیں معاف کر دیجیے ۔

**خسرو :** میں نے معاف کیا بھائی ! اب منہ کھولو تو دیکھوں کہ تم میرے کون سے مہربان ہو ؟

**سردار :** ( منہ سے کپڑا ہٹا کر ) میں ہوں اجیت !

**خسرو :** تو اجیت سنگھ تمہیں ضرورت ہو تو تم بھی دو گاڑیوں میں سے ایک لے جاؤ میرے بچوں کیلیے ایک بہت کافی ہے ۔

**اجیت :** نہیں حضرت ! ہمارے لیے اس کی طرف لالچ کی نظر سے دیکھنا بھی پاپ ہے ! ( اپنے آدمیوں سے ) اِن لوگوں کو چھوڑ دو ! تمام نواح میں اعلان کرا دینا کہ اگر کسی نے امیر خسرو کے مال کی طرف بُری نگاہ سے دیکھا تو اجیت سنگھ اُس کی آنکھیں نکال لے گا ! جاؤ، تم لوگ سب گھر جاؤ ۔ میں اکیلا اپنے امیر کی خدمت میں حاضر رہوں گا !

( وہ آہستہ آہستہ باغ سے نکل جاتے ہیں )

**اجیت :** ( گاڑی بانوں اور پہریداروں سے ) اب آپ سب لوگ آرام سے سوئیں اجیت یہاں موجود ہے ۔

( امیر خسرو اُس کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں اور وہ گھٹنے ٹیک کر اُنکے سامنے ہاتھ باندھ کر جھک جاتا ہے )

# چوّنواں سین

وقت ——— دوپہر

مقام ——— ایک باغ

(امیر خسرو پختہ کنوئیں کے چبوترے پر ایک درخت کے سائے میں بیٹھے ہیں۔ دو گاڑی بان کنوئیں سے پانی کھینچ رہے ہیں۔ دو ایک ہاتھوں کا چونگا بنائے چلم پی رہے ہیں۔ بیل جگالی کر رہے ہیں۔ کہار حلقہ کئے ساتھ بیٹھے ہیں اور چنا لیّا کھا رہے ہیں۔ دفعتاً دلّی کی طرف سے امیر حسن گھوڑا لگاتا ہوا آتا ہے امیر خسرو کھڑے ہو جاتے ہیں۔ امیر حسن گھوڑا روک کر اُس کی پشت سے زمین پر کود پڑتا ہے)

امیر حسن: (گھبرا کر) کیا بات ہے حسن! خیریت تو ہے؟

امیر خسرو: شہنشاہ کیقباد اور اُس کا بیٹا قتل کر دیئے گئے!

امیر خسرو: انا اللہ! اُس کا طائر روح خدا کے ہاتھ پر بیٹھے!

امیر حسن: جلال الدین خلجی نے تخت پر قبضہ کر لیا۔ کیقباد کی لاش مزبلے پر پھکوادی گئی ہے!

امیر خسرو: ہائے رے دُنیا! دوک کر حسن! ان گاڑیوں میں سے ایک اپنے ساتھ دِلّی لے جاؤ، اور مفتی صدر سے کہو اس سونے کو فروخت کر کے ایک حصّہ سے کیقباد کا مقبرہ بنوادیں۔ بقیہ رقم اُس کی طرف سے عبادات اور خیرات میں صرف کی جائے!

امیر حسن: مگر، مگر بھابھی، آپ کے بچّے، لڑکی کی شادی!

امیر خسرو: اُنہیں کا تو خیال ہے، ورنہ میں دونوں گاڑیاں تمہارے ساتھ کر دیتا۔ بس لے جاؤ۔ اس شہید کے عطیہ کا ایک ہی حصہ لے جاؤ! جلدی کرو حسن! جلدی! افسوس ایک شہنشاہ کی لاش اور مزبلے پر!

(امیر حسن گاڑی بان کو اشارہ کرتا ہے اور ایک گاڑی دِلّی کی طرف مُڑ جاتی ہے، امیر خسرو دونوں ہاتھ بلند کر کے کیقباد کی مغفرت کی دُعا کرتے ہیں۔ امیر حسن بھی اُن کا ساتھ دیتا ہے)

امیر خسرو: بارالٰہا! کیقباد گنہگار ضرور تھا۔ اسی لئے تیری رحمتِ خاص کا مستحق بھی تھا، اے غفار وارحم الراحمین! اُس کا طائر روح تیرے بخشنے والے ہاتھ پر بیٹھے! آمین!

(امیر حسن سلام کر کے گھوڑے پر سوار ہوتا ہے اور اُسے دِلّی کی طرف موڑ دیتا ہے)

# پچپن واں سین

وقت ــــــــــ سہ پہر

مقام ــــ امیر خسرو کے مکان کا زنان خانہ

(امیر خسرو کی بیگم اور بچّے اپنے مکان میں بیٹھے ہیں۔ ایک ملازمہ ہانپتی ہوئی داخل ہوتی ہے)

ملازمہ: سرکار! گاؤں بھر میں شور ہے، امیر گاڑیوں پر سونا لادے لئے چلے آ رہے

بیگم: اری سچ ــــــ؟

ملازمہ: جی ہاں بیگم صاحبہ! وہ اپنا میکو مالی ہے نا؟ وہ اپنی آنکھوں دیکھے چلا آ رہا ہے!

دو بچّے: امّی! ہم بھی دیکھنے جائیں، گاڑیوں میں بھرا سونا؟

بیگم: نہیں بیٹے! شریفوں کے بچے ایسا نہیں کرتے۔ لوگ کہیں گے، کیسے ندیدے ہیں کہ گاڑی بھر سونے کا نام سنتے ہی آپے سے باہر ہو گئے۔ بس دوڑ پڑے۔ (ملازمہ سے) تم جاؤ میکو اور دوسرے ملازموں سے کہہ دو۔ ذرا اچھی طرح دیکھ بھال رکھیں۔ ایسا نہ ہو کہ گاڑیاں یہاں آتے آتے راستے ہی سے کسی کو بخش دی جائیں!

(ملازمہ لہنگا پھڑکاتی باہر چلی جاتی ہے)

# چھپّن واں سین

وقت ——— سہ پہر
مقام ——— گاؤں سے باہر کچے راستے پر

(امیر خسرو فنیس میں اور سونا صرف ایک گاڑی میں آرہا ہے۔
گاؤں کی طرف سے ایک قلندر ہاتھوں میں دو پھٹی جوتیاں لیے
فنیس کے برابر آکر اُسے روکنے کے لیے ہاتھ اُٹھاتا ہے)

**قلندر:** روکو بھائی! مجھے امیر سے ایک بات کہنی ہے۔

(فنیس رُک جاتی ہے امیر خسرو سر نکال کے پوچھتے ہیں)

**امیر خسرو:** کیا ہے بھائی ———؟

**قلندر:** امیر، اپنے اُستاد کی نشانی خرید گے؟

امیر خسرو: ضرور، ضرور! کیا ہے تمہارے پاس؟

قلندر: (جوتیاں دکھاکر) اُن کے پاؤں کی جوتیاں!

خسرو: تو اُنہیں مجھے دے دو!

قلندر: ضرور لے لو۔ مگر منہ مانگے دام لوں گا!

خسرو: جو کچھ مانگو!

قلندر: تو لاؤ یہ سونے سے بھری پوری گاڑی مجھے دے دو۔

امیر خسرو: (فنیس سے نکلتے ہوئے) دے دو بھائی اِن کو پوری گاڑی سونا! یہ جوتیاں اتنے میں بھی سستی ہیں! (وہ اُستاد کی جوتیاں سر پر رکھ کر فنیس میں بیٹھنے کی جگہ پیدل چلنے لگتے ہیں)

---

# ستاونواں سین

وقت ـــــــــــــ سہ پہر

مقام ـــــــ امیر خسرو کے مکان کا زنانخانہ

(امیر خسرو کی بیگم سونے سے بھری گاڑیوں کی آمد کی خوشخبری کی منتظر ہے کہ امیر خسرو سر پر اُستاد کی پھٹی جوتیاں رکھے داخل ہوتے ہیں)

**بیگم:** ہائے اللہ یہ کیا شکل بنا رکھی ہے۔

(بچے طرح طرح سے ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔)

**امیر خسرو:** خدا کا شکر کرو بیگم کہ تمہارے شوہر کو اپنے اُستاد اور پیر کی جوتیاں سر پر رکھنے کی سعادت نصیب ہوئی!

**بیگم:** اللہ تمہیں مبارک کرے، مگر یہ تو بتاؤ کہ کیا بادشاہ نے تمہیں منہ مانگا انعام

ہاتھی بھر سونا نہیں دیا کہ اب سُنتی ہوں کہ صرف ایک بیل گاڑی پہ لد آ رہا ہے۔

امیر خسرو: نہیں نو چھ گاڑیوں پر لدا تھا۔

بیگم: مگر مجھے تو ابھی خبر ملی کہ ایک ہی آپ کے ساتھ یہاں تک آئی۔

امیر خسرو: ہاں گاؤں تک پہنچتے پہنچتے ایک ہی تو بچی تھی اُسی کو تو دیکر یہ جوتیاں خریدیں۔

بیگم: کیا کہا ——— !

امیر خسرو: اُستاد کی جوتی! پیر کے مقدس قدم کا جو بار بار غلاف بنی ہو ایسی پاپوش بڑے نصیب ہی سے ہم جیسوں کو ملتی ہے!

بیوی: تو آپ نے یہ موئی پھٹی پرانی جوتیاں گاڑی بھر سونا دے کر خریدیں؟

امیر خسرو: اور کیا۔ تمہارے سرِ عزیز کی قسم پھر بھی سستی ہیں……

بیوی: ارے کیا ہو گیا ہے آپ کی عقل کو ٹکے کی جوتی اور اُس کے لئے دے ڈالا لاکھوں کا سونا، ہائے اللہ! میں کیا کروں، کس سے فریاد کروں؟ (ڈپٹ کر جھلاہٹ میں) ارے پھینکئے اِن گندی جوتیوں کو!

(وہ امیر خسرو کے سر سے جوتیاں کھینچ کر زمین پر پھینک دیتی ہے امیر خسرو زمین پر بیٹھ کر جوتیوں کو دامن سے جھاڑتے اور صاف کرنے لگتے ہیں)

امیر خسرو: (قدرے غصہ سے) یہ کیا بے ادبی ہے! (وہ جوتیوں کو آنکھ سے لگاتے ہیں)

بیگم: (سسک کر) ہائے رے مقدر، بچوں کا رزق لُٹا آئے، بیٹی کا جہیز پھینک آئے! اور ٹکے کی جوتی کو خاک پر بیٹھے چوم چاٹ رہے ہیں!

(امیر خسرو جوتیوں کو دیکھنے میں محو ہیں اور مسرت سے جھوم رہے ہیں۔

ایک ماما دوڑی ہوئی آتی ہے)

ملازمہ: بیگم صاحب! بیگم صاحب! وہ سیٹھ مُراری لال آئے ہیں!
بیگم: ارے مُراری لال مُوے کے آنے کی سنانی مجھے نہ سُناؤ! اُن سے کہو! اُن سے! میں تو........
ملازمہ: اری سرکار! وہ پوری ایک بیل گاڑی سونا لائے ہیں۔
بیگم: کیوں؟ ہمیں ترسانے! ہمیں جلانے؟ حقدار ترسیں، اُمیدوار ترسیں!
ملازمہ: سرکار، وہ کہتے ہیں بٹیا کا جہیز ہے، اسے سنبھال کر رکھو!
بیگم: ارے تو اُس کی بیٹی کا جہیز ہے، وہ رکھے گا کہ میں رکھوں گی میری بیٹی قسمت والی کا جہیز تو......
خسرو: (جہیز کے لفظ پر چونک کر) کیسا جہیز؟ میں نے تو یہ سونا اُس کی بیٹی کے جہیز کیلئے دیا تھا، یہاں کیوں لایا۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ میں دیکھتا ہوں!
(اور وہ جوتی آنکھوں سے لگا کر اُسے تخت پر رکھ دیتے ہیں اور باہر چلے جاتے ہیں)

# اٹھاونواں سین

وقت ــــــــــــ سہ پہر۔ قریب شام

مقام ــــ امیر خسرو کے مکان کا مردانہ حصّہ

(مردانہ حصّہ مکان میں مراری لال بھی، نوکر چاکر بھی اور صحن میں سونے سے لدی بیل گاڑی بھی موجود ہے۔ امیر خسرو اندر سے لپکتے ہوئے باہر آتے ہیں)

خسرو: یہ گاڑی یہاں کیوں لائے مراری؟ یہ سونا تو میں نے تمہاری بیٹی کے جہیز کے لئے دیا تھا!

مراری: اسی کے لئے تو لایا ہوں۔

خسرو: تو وہ یہاں کہاں ہے۔

مُراری: وہ یہیں تو ہے ـــــ!

خسرو: اب تم بھی پہیلی بجھانے لگے مُراری؟

مراری: میری مجال پیر و مرشد! (خسرو کو متعجب دیکھ کر مسکراتے ہوئے) میرے نہ بیٹا ہے، نہ بیٹی میرے امیر؟ میں نے تو یہ سونا اپنی بدر بٹیا ہی کے لئے مانگا تھا!

خسرو: میری بدر کے لئے؟

مراری: جی ہاں، وہی تو میری بھی بیٹی ہے؟

خسرو: (گلے سے لگا کر) مراری، تم سچ مچ میرے دوست ہو! میرے دوست (کچھ رُک کر) اچھا اچھا تم میرے ساتھ آؤ، اندر چلو!

(وہ مُراری کا ہاتھ پکڑ کھینچتے ہیں)

مُراری: مگر، مگر بیگم صاحبہ ......... پردہ! ........

خسرو: اجی تم آؤ ـــــ!

(وہ مُراری کا ہاتھ پکڑے ہوئے زنانی ڈیوڑھی کی طرف لے جاتے ہیں۔)

# اُنسٹھواں سین

وقت ———— قریب شام !

مقام —— امیر خسرو کے مکان کا زنانخانہ

(امیر خسرو کی بیگم اب تک رنجیدہ دالان میں تخت کے چوکے پر بیٹھی ہے، بچے گھبرائے ہوئے ہیں، بدر اُسکے پاس جا کر سمجھاتی ہے)

بدر : امی! آپ بھی خواہ مخواہ دل میلا کرتی ہیں۔

بیگم : ارے ناکوں چنے چبوا دیئے ہیں تمہارے باپ نے! ہاتھی بھر سونا پایا اور سب اِن کو اُن کو بانٹ کے خالی ہاتھ جھُلاتے گھر چلے آئے!

بدر : اپنے استاد، اپنے پیر کی جوتی جو لائے!

بیگم : اری بے وقوف! تو بھی اپنے باپ جیسی باتیں کرنے لگی۔ کیا کروں گی میں

اِن سڑی جوتیوں کا! اوڑھوں گی! بچھاؤں گی کہ انہیں اُبال کر تم لوگوں کو کھلاؤں گی؟

**بدر:** آپ کیسی باتیں کرتی ہیں۔ ابا جان انہیں جی جان سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔

**بیگم:** تو جا بیٹھ! تو کیا سمجھے اِن باتوں کو، مجھے تیرے جہیز کی فکر ہے اور وہ ہیں کہ سب کچھ لٹاتے پھرتے ہیں!

(بدر شرما کر بچوں کے پیچھے چلی جاتی ہے)

**بیگم:** ہونہہ! کیا میں اِن جوتیوں کو تیرے جہیز میں دوں گی! خاندان کی ناک کٹ جائے گی۔ ان کو تو کوئی کچھ نہ کہے گا! سب مجھی کو پھوہڑ کہیں گے!

(اتنے میں امیر خسرو کے پکارنے کی آواز آتی ہے)

**آواز:** بیگم! بیگم! کہاں ہو بھائی! یہاں آؤ بھائی زنانی ڈیوڑھی میں۔!

**بیگم:** اے لو کوئی اور مصیبت آئی!

**آواز:** ارے جلدی سے بُرقعہ اوڑھ کر چلی آؤ۔ دیکھو تو اس مُراری کی حرکت!

**بیگم:** (بڑبڑاتی ہوئی) اللہ کسی عورت کا ان کے جیسے سڑی دیوانے سے سابقہ نہ ڈالے۔

(وہ برقعہ پہنتی ہے اور ڈیوڑھی کی طرف چلی جاتی ہے)

---

# ساٹھواں سین

وقت ——— قریب شام

مقام ——— زنانی ڈیوڑھی

(زنانی ڈیوڑھی میں پردے کے پیچھے امیر خسرو مراری لال کا ہاتھ پکڑے کھڑے ہیں۔ بیگم برقعہ اوڑھے داخل ہوتی ہے)

خسرو: دیکھتی ہو بیگم! ہمارے اس مُراری کو؟ یہ سچ مچ کا مُراری نکلا، یہ میم کا دیوتا! مگر ہے بڑا کائیاں، اس نے مجھ سے گاڑی بھر سونا مانگا میں نے دے دیا۔ مگر مانگا کس کے لئے۔ جانتی ہو کس کے لئے!

بیگم: ارے اپنی بیٹی کے لئے اور کس کے لئے!

خسرو: ہاں، کہا تو مجھ سے بھی یہی۔ مگر جانتی ہو اب کیا کہتا ہے (ہنستے ہیں) کہتا ہے

خود میرے بیٹی بیٹا کوئی نہیں۔ میں نے تو جو کچھ مانگا وہ اپنی بیٹی بدر کیلئے اس کے سوا میری بیٹی اور کون ہے؟

**بیگم:** اجی سچ؟

**خسرو:** (اسی جوش ومسرت وخلوص میں) ارے وہ بدر ہے کہاں! بدر! بدر!

(اور وہ "بدر بدر" پکارتے زنان خانے میں چلے جاتے ہیں)

**مراری:** (نظریں جھکائے ہوئے) میں نے کہا' ہمارے حضرت اپنے وقت کے حاتم ٹھہرے سارا سونا ایرے غیروں' نتھو خیروں کو بانٹ دیں گے۔ بس بیٹی کے جہیز کے نام سے پوری گاڑی مانگ لی!

**بیگم:** ارے وہ چلے کہاں گئے! (گھبرا کر) سیٹھ جی! تم باہر جاؤ' جلدی جلدی سارا سونا اندر بھجواؤ۔ نہیں تو وہ پھر کسی کو یہ بھی دے ڈالیں گے!

**مراری:** (سلام کر کے) آپ اطمینان رکھیں بیگم صاحبہ! آپ اندر یہ مال جتن سے رکھوائیے' میں باہر سے گن گن کر اینٹیں بھجواتا ہوں۔

(بیگم جھپٹتی ہوئی اندر جاتی ہے' مراری لال باہر جانے کے لئے مڑتا ہے خسرو کی آواز آتی ہے)

**آواز:** ابھی باہر نہ جانا مراری! میں تمہاری بیٹی کو تمہارے سلام کے لئے لا رہا ہوں!

(وہ مڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور زنان خانے کی طرف دیکھنے لگتا ہے۔ خسرو کے پیچھے بدر سر دوپٹہ سے ڈھکے آتی ہے)

**خسرو:** دیکھو بیٹی' یہ آج سے تمہارے دوسرے باپ ہیں۔ سلام کرو انہیں!

(وہ جھک کر انہیں سلام کرتی ہے)

خسرو: اونہہ ہونہہ! یوں نہیں، اِن کے پاؤں چھوؤ، اِن کے ہاں کا دستور یہی ہے۔

(بدر پاؤں چھونے کے لئے جُھکتی ہے)

مراری: نا بٹیا نا! ہمارے ہاں بیٹی نہ باپ کا جوتا اُٹھاتی ہے اور نہ اُس کے پاؤں چھوتی ہے (امیر خسرو کی طرف مُڑ کر) بیٹی پرائے گھر کی چیز ہوتی ہے ہمیں اُس سے خدمت لینے کا حق نہیں ہوتا۔ یہ دوسرے کی امانت ہے!

خسرو: (آسمان کی طرف اشارہ کرکے) ہمارے نزدیک سب ہی بچے اُس کی امانت ہیں۔ اُسی کی دی ہوئی دولت!

(بدر ہاتھ جوڑ کر مراری کو نمستے کرتی ہے)

---

# اِکسٹھواں سین

وقت ـــــــــ شام
مقام ـــــــــ خسرو کی بیگم کا سونے کا کمرہ

(بیگم نے اپنا پلنگ کھڑا کر دیا ہے۔ اُس کے نیچے ایک مضبوط کاٹھ کے بکس میں وہ سونے کی اینٹیں گن گن کر رکھ رہی ہے۔ خیراتن اُن کو مدد دے رہی ہے)

خیراتن: آپ نشان خاطر رکھئے بیگم صاحبہ! ادھر پرندہ پر نہیں مار سکتا۔

بیگم: ہاں جی، چور اُچکے کہاں نہیں ہیں!

خیراتن: اپنے غلاموں، کنیزوں کی طرف سے تو سرکار ہر طرح کا اطمینان رکھیں، ہمارے لئے آپ کا مال سانپ بچھو سے بد تر ہے، امیر ہمارے آقا ہی نہیں،

ہمارے پیر بھی ہیں۔

**بیگم:** ارے بی بی میں تم لوگوں کو نہیں کہتی، مگر قصبہ میں دوسرے بھی تو ہیں!

**خیراتن:** تو میں آج ہی سے دن رات کے لئے دو پہرے دار رکھے دیتی ہوں!

**بیگم:** ہاں جی یہ تم نے اچھی سوچی! سچ کہتے ہیں امیر دولت کا گھر میں رکھنا بھی وبال ہے!

(وہ صندوق بند کر کے اُس میں بڑا سا قفل ڈال دیتی ہے پھر
پلنگ بچھا کر اُس پر خیراتن کی مدد سے بستر بچھا کر بڑا سا پلنگ
پوش اس طرح ڈال دیتی ہے کہ وہ پلنگ کی ہر طرف اس طرح
لٹکتا ہے کہ صندوق کسی جانب سے دکھائی نہیں دیتا)

**بیگم:** تم سیٹھ مُراری لال سے اسی وقت جا کر کہہ دو کہ صبح سویرے ہی آپ کو بلایا ہے میں کل ہی چاہتی ہوں کہ بدر کے بیاہ کا سب سامان آجائے!

**خیراتن:** ارے سرکار ابھی تو اللہ رکھے مہینہ ڈیڑھ مہینہ باقی ہے۔ اتنے پہلے سے جلدی کاہے کی ہے؟

**بیگم:** واہ! تم نے جلدی کی ایک ہی کہی۔ ارے یہ مہینہ ڈیڑھ مہینہ تو جوڑوں کے تیار ہونے اور زیوروں کے گھڑے جانے میں ہی لگ جائے گا۔ جاؤ جاؤ! تم مُراری لال سے تاکید کر دو مجھے گھر میں سونا پڑا رہنے سے ڈر لگتا ہے!

(خیراتن چلی جاتی ہے)

---

# باسٹھواں سین

وقت ــــــــــ قریب شام
مقام ــــــــــ امیر خسرو کا کمرہ

(امیر خسرو اپنے کمرے میں ٹہل رہے ہیں۔ مہرافروز کی باتیں یاد کر رہے ہیں گھنٹے بجنے لگتے ہیں)

مہرافروز کی آواز: مجھے آپ کے پلٹ آنے کا یقین ہے .... مگر..... مگر.... میرا دل کہتا ہے کہ اب اس کے بعد پھر ملاقات نہ ہوگی۔

امیر خسرو: (بڑبڑاتے ہیں) اور میں نے کہا تھا، میں جلد ہی پٹیالی سے پلٹ آؤنگا۔ اور دو مہینے ہو چکے اور میں اب تک نہ جا سکا۔ کیا جانے کیا حال ہوگا اُس کا اس سے نئے دور میں! اب تو ارکلیک کا باپ بادشاہ ہے اسی ارکلیک کا، جو

لوہار سے زیادہ مہربان ہے! اور کفن چور سے زیادہ نرم دل! (وہ سر پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں) کیا کہتی ہوگی وہ اپنے دل میں، جھوٹا سمجھتی ہوگی مجھے!

امیر خسرو اور جھوٹا! جھوٹا! جھوٹا!

(وہ بے تاب ہو کر ستار اٹھا لیتے ہیں۔ اور اپنی تکلیف مٹانے کے لیے اپنا ساون گانے لگتے ہیں)

اماں میرے باوا کو بھیجو ری کہ ساون آیا
بیٹی تیرا باوا تو بڈھا ری کہ ساون آیا
اماں میرے بھائی کو بھیجو ری کہ ساون آیا
بیٹی تیرا بھائی تو بالا ری کہ ساون آیا
اماں میرے ماما کو بھیجو ری کہ ساون آیا
بیٹی تیرا ماما تو بانکا ری کہ ساون آیا

(وہ اسی طرح گا رہے ہیں کہ بیگم غصّے سے لال پیلا چہرہ کیے جھپٹتی ہوئی اندر داخل ہوتی ہے)

بیگم: آپ یونہی گاتے بجاتے رہیں گے کہ باہر جا کر برات اُتارنے کا سامان کریں گے! انوکھے باپ ہیں آپ!

خسرو: (شرمندہ ہو کر) ارے میں بھول گیا تھا!

بیگم: جی ہاں، بھول کیوں نہ جائیے گا! ہونہہ، بیٹی کی برات ہے اور باوا جان ہیں کہ...

خسرو: ارے بھئی غصّہ تھوک دو، میں جاتا ہوں، ابھی جاتا ہوں!

(وہ ستار رکھ کر باہر چلے جاتے ہیں)

# ترسٹھواں سین

وقت ——— قریب شام

مقام ——— امیر خسرو کے مکان کا مردانہ حصہ

(امیر خسرو کا باہری حصہ مکان فرش فروش سے آراستہ ہے۔ بہت سے لوگ ہندو مسلمان، امیر و درویش، صاف ستھرے لباس پہنے بیٹھے اور کھڑے ہیں، امیر حسن اور مراری لال بھی نئے نئے کپڑے پہنے امیر خسرو کی نیابت کر رہے ہیں، ہر مہمان کی آمد پر ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں اور وہ اس کی حسب مرتبہ پذیرائی کر کے اسے بٹھاتے ہیں، چھمو مہمانوں کے سامنے ناچ رہی ہے، اجیت سنگھ بھی اپنے نصف درجن نوجوانوں کے ساتھ موجود ہے۔ امیر خسرو اندر سے باہر آتے ہیں۔ سب لوگ تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں۔

(وہ سب کو جواب سلام دیکر کہتے ہیں)

امیر خسرو: آپ لوگوں نے بڑی زحمت فرمائی۔ بہت بہت شکریہ!

(دور سے باجہ بجنے کی آواز آرہی ہے کچھ بچے پھاٹک کی طرف دوڑتے ہیں)

بچے: برات آرہی ہے! برات آرہی ہے!

مُراری: (خسرو کے قریب آکر) امیر نشست کا انتظام پسند آیا؟

امیر خسرو: واہ واہ، بہت عمدہ انتظام کیا۔

مراری: (بچوں کا شور سُن کر) اب برات بالکل ہی قریب آگئی ہے۔ برات کے باجے کی آواز صاف سُنائی دے رہی ہے۔

امیر خسرو: تو ہم لوگ پھاٹک تک اُس کے خیر مقدم کو نہ چلیں!

مُراری: نہیں نہیں! یہ آپ کی ذی کے خلاف ہے۔ میں امیر حسن کو بلائے لیتا ہوں۔ ہم دونوں پھاٹک پر کھڑے ہو جائیں گے۔ آپ یہیں رہیں!

(مُراری چبوترے سے اُترنا ہی چاہتا ہے کہ ایک سوار گھوڑا دوڑاتا خاک و خون میں نہایا ہوا آتا ہے اور گھوڑے سے اُترتے اُترتے گر پڑتا ہے)

امیر خسرو: (اُسے اُٹھاتے ہوئے) بھائی تم کون ہو کس نے تمہاری یہ حالت بنائی ہے؟

سوار: میں امیر علاء الدین کا خادم ہوں، اُنہوں نے مجھے آپکے پاس بھیجا ہے، ارکلیک خاں ملتان کی صوبے داری پر جاتے ہوئے مہرافروز کو اغوا کر کے لے گیا ہے۔ امیر علاء الدین پیچھا کر رہے ہیں آپ کو فوراً بلایا ہے!

خسرو: مہرافروز کا اغوا کیا ہے! مہر کا؟

سوار: جی ہاں، رات ہی رات! امیر علاء الدین نے کہا ہے فوراً آئیے سو کام چھوڑ کر آئیے!

خسرو: میں چلتا ہوں، ابھی چلتا ہوں! مہر افروز اور ارکلیک کے ہاتھوں میں!

(وہ گھوڑے کی طرف بڑھتے ہیں)

مراری۔ امیر! امیر! بدریٹیا کی برات آرہی ہے۔

خسرو: ہاں ہاں، مگر مجھے تو جانا ہے، جانا ہی ہے (گھوڑے پر سوار ہو کر) مراری بدر تو تمہاری بھی بیٹی ہے تمہیں اس کا نکاح کرا دینا۔ (اور وہ گھوڑا موڑ کر اُسے ایڑ لگاتے ہیں) امیر حسن سے بھی مشورہ لے لینا! (گھوڑا آگے بڑھ جاتا ہے)

مراری: امیر! امیر! سنیئے تو، میرے حضرت سُنیئے تو!

(وہ گھوڑے کے پیچھے تھوڑی دور دوڑتا ہے۔ بھاگتے ہوئے امیر خسرو گھوڑا تیز بھگاتے ہیں۔ شہنائی کی آواز بھی بہت تیز ہو جاتی ہے! اجیت سنگھ لپکا ہوا مراری کے پاس آتا ہے)

اجیت: کیا ہوا سیٹھ! امیر کہاں کیلئے اس طرح بدحواس ہو کر گئے ہیں؟

مراری: ارے بھیا کیا بتاؤں، امیر علاء الدین کا آدمی آیا ہے کہ مہر افروز کو ارکلیک بدمعاش زبردستی اُٹھا کر لے گیا ہے! امیر اُسی کا پیچھا کرنے گئے ہیں!

اجیت: ارے تو شہزادے کا مقابلہ کرنے کیلئے گئے ہیں؟

مراری: ہاں تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کوئی تلوار نیزہ تک ہاتھ میں نہیں!

اجیت: تو ہم سے کہا ہوتا، ہم کس دن کیلئے ہیں؟ (اپنے آدمیوں سے) آؤ چلو! ہمارے ہوتے وہ یوں اکیلے نہیں جا سکتے!

(اجیت اور اُس کے ساتھی جھپٹتے ہوئے پھاٹک کے باہر نکل جاتے ہیں۔ امیر حسن بھی اُن کے ساتھ جانا چاہتا ہے مراری

(روکتا ہے)

مُراری: اب تم کہاں چلے امیر حسن؟

امیر حسن: ارے امیر اکیلے ہی گئے ہیں!

مُراری: اب وہ اکیلے نہیں رہے، اجیت گیا ہے۔ ہمیں تمہیں یہاں کا کام سنبھالنا ہے بیٹی بیاہنا ہے کہ مذاق ہے، پھر سب کچھ اس طرح انجام دینا ہے کہ اندر خبر نہ ہو، نہیں تو قیامت ہی آجائے گی!

امیر حسن: تم نے اچھا سوچا۔ میں اندر چھمّو کو بھیجے دیتا ہوں کہ وہ گا بجا کر بیگم صاحبہ کو اس طرح بہلائے رہے کہ رخصتی کے وقت تک انہیں خبر نہ ہو کہ امیر کہاں ہیں!

# چونسٹھواں سین

وقت ــــــــــــ شام

مقام ــــــ شہر کے باہر ایک باغ

(ایک تازہ قبر کے پاس علاء الدین، اُسکے مصاحب اور نائک گوپال مع چیلوں کے کھڑے ہیں۔ محمد شہ قبر کے سرہانے بیٹھا آنسو بہا رہا ہے، اِدھر اُدھر جلے ہوئے خیمے پڑے ہیں اور کچھ لاشیں۔ علاء الدین اور اُسکے ساتھیوں کے ہاتھ فاتحہ کیلئے اُٹھے ہوئے ہیں ـــــ امیر خسرو گھوڑا دوڑاتے ہوئے آتے ہیں۔ اور اُس سے کود کر علاء الدین کے پاس لڑکھڑاتے سسکتے پہنچتے ہیں، علاء الدین اُن کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔ اُسکی مدد سے وہ اپنے کو سنبھال لیتے ہیں)

علاء الدین: ہم تم سے شرمندہ ہیں ملک الشعراء، بدمعاش رکلیک نے رات کے اندھیرے میں اُس حُسن و وفا کے مجسمے کا اغوا کرایا۔ ہم نے فوراً پیچھا کیا۔ مگر......

# پینسٹھواں سین

(فلیش بیک)

وقت ـــــــــ آدھی رات

مقام ـــــــــ مہرافروز کا کمرہ

(کمرے میں ایک شمع ایک کونے میں جل رہی ہے۔ اُس کی ہلکی روشنی میں ایک پلنگ پر مہر خواب غفلت میں دکھائی دیتی ہے، اُسکے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ہے، جیسے وہ کوئی بڑا اچھا خواب دیکھ رہی ہو کبھی کبھی وہ بڑبڑا بھی اُٹھتی ہے)

مہر: (خواب میں) خیر آپ آئے تو! ...... آپ نے کہا تھا، جلدی آؤں گا" یہی جلدی ہے نا! پورے دو مہینے لگا دیے! یہاں انتظار کرتے کرتے آنکھیں پتھرا گئیں! اے آمنت ........!

دچار آدمی منہ پر ڈھاٹے باندھے آہستہ آہستہ کمرے میں داخل ہوتے ہیں۔ اُن کا سردار جو سب سے آگے ہے ہونٹوں پر اُنگلی رکھ کر سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کرتا ہے اور مہر کے پلنگ کے پاس پہنچتے ہی اپنی پگڑی اُس کے منہ پر ڈال کر اس طرح ہاتھ رکھ دیتا ہے کہ نہ وہ دیکھ سکتی ہے اور نہ چیخ سکتی ہے۔ وہ تڑپتی ہے تو اُس کے دوسرے ساتھی لپک کر اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیتے ہیں اور اُس کے منہ میں رومال ٹھونس کر اُس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دیتے ہیں ــــــ سردار اُسے کندھے پر لاد لیتا ہے اور اُسے لئے ہوئے کمرے سے باہر نکل جاتا ہے)

---

# چھیاسٹھواں سین
(فلیش بیک)

وقت ——— رات

مقام ——— شہر سے باہر باغ

(باغ میں خیمے پڑے ہیں، جگہ جگہ الاؤ جل رہے ہیں اُن کے گرد سپاہی پہرے دار بیٹھے اور کھڑے ہیں، ایک طرف کچھ گھوڑے بندھے ہیں دوسری طرف کچھ اونٹ اور کچھ بیل۔ ایک امیر الامرا اور ایک شہزادے کی شایانِ شان تزک و احتشام، اِس اندھیرے باغ میں الاؤ کی روشنی میں جھلک جاتا ہے، صدر میں جو خیمہ ہے اُس میں ایک پلنگ پر مہرافروز اسی طرح بندھی پڑی ہے۔ صرف آنکھوں سے پٹی ہٹا دی گئی ہے۔

وہ اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے ہر چیز کو ڈری ڈری گھبرائی دیکھ رہی ہے۔

——— ارکلیک سیٹی بجاتا خیمہ میں داخل ہوتا ہے۔ وہ جھوٹ دکھانے کے لئے اِس طرح جھکتا ہے جیسے وہ مہر کی حالت سے ناواقف ہے۔ پھر اُس کے ہاتھ پاؤں کھولتا ہے منہ سے کپڑا نکالتا ہے اور مسکرا مسکرا کر بکتا جاتا ہے۔)

**ارکلیک:** چہ چہ! بڑے بے درد ہیں یہ ڈاکو! یہ نازک نازک ہاتھ پاؤں اور یہ موٹی موٹی رسیاں! چہ چہ! اور کانوں میں امرت گھولنے والے اِن عنابی لبوں پر یہ گندا کپڑا! بڑے بدتمیز ہیں پاجی، شیطان! چہ چہ چہ!

(مہرافروز اپنی کلائیاں، ٹانگیں ملتی ہے، ہونٹوں پہ بار بار زبان پھیرتی ہے، ارکلیک جلدی سے ایک جام میں شراب بڑھاتا ہے، وہ اُٹھ کر بیٹھ جاتی ہے اور شراب کا جام اِس طرح جھٹک دیتی ہے کہ وہ فرش پر گر کر پاش پاش ہو جاتا ہے)

**ارکلیک:** (ہنس کر) ارے میں بھول گیا تھا! جو خود مئے ناب ہو اُسے شراب کی کیا ضرورت ہے...... پانی تو یہاں موجود نہیں!

(وہ تالی بجاتا ہے۔ فوراً بہت سی خادمائیں، کنیزیں حبشنیں اندر آجاتی ہیں۔)

**ارکلیک:** دیکھو انہیں نہلاؤ، دھلاؤ، ان کو عروسی کپڑے پہناؤ، یہ آج رات میری دولہن بنے گی!

**مہرافروز:** ہرگز نہیں، کبھی نہیں! میں تجھ سے ہرگز ہرگز شادی نہ کروں گی! عصمت

کے ڈاکو!

ارکلیک: (غصہ سے) شادی بیاہ کا کس نے نام لیا ہے مسخری! تو اب میری قید میں ہے! میری باندی، میری لونڈی، میری کنیز، میرا کھلونا!

(وہ حبشنوں کو اشارہ کرتا ہوا نکل جاتا ہے، دو پہلوان حبشنیں مہرافروز کی طرف بڑھتی ہیں۔ مہرافروز چیختی ہے "نہیں نہیں" وہ دونوں اُس کے شانے پکڑ لیتی ہیں، وہ ان کے ہاتھوں میں تڑپتی ہے، مگر اُن کے مضبوط ہاتھوں میں بے بس ہو کر سسکنے لگتی ہے۔ پھر دل میں کچھ طے کرتی ہے۔ لبوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل جاتی ہے)

مہر: اچھا اچھا! تم لوگ مجھے چھوڑ دو! میں خود سے نہاؤں گی، دولہن بنوں گی!

(وہ اُسے چھوڑ دیتی ہیں۔ مہر سینے میں گھٹتی سانس لیتی ہوئی کھڑی ہو جاتی ہے۔ سب خواصیں چلی جاتی ہیں، مہر کے چہرے سے حد درجہ مایوسی کے جذبات ظاہر ہوتے ہیں)

---

# سڑسٹھواں سین

(فلیش بیک)

وقت ——————— شب

مقام ——— مہرافروز کے خیمہ کے باہر

(ارکلیک مہر کے خیمہ کے باہر کھڑا پہرے داروں کو ڈانٹ رہا ہے)

ارکلیک : اونگھ رہے ہو کمبختو !

(دو سپاہی جو درخت کے تنوں سے پیٹھ لگائے بیٹھے تھے اُٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ڈر سے کانپنے لگتے ہیں)

اسی طرح شاہی خیمہ گاہ کی نگرانی ہوتی ہے ؟

دونوں : جان بخشی ! جان بخشی !

ارکلیک: اب کے معاف کیا، مگر ہوشیاری سے کام کرو..... کلو ملو کہاں مر رہے ہیں انہیں میرے پاس بھیجو!

(وہ اپنے خیمہ میں جاتے لگتا ہے۔ ایک پہرے دار دوڑ کر پردہ اٹھا دیتا ہے۔ ارکلیک خیمہ میں چلا جاتا ہے۔)

ایک پہرے دار: (دوسرے سے) بال بال بچے یار!

دوسرا: ہاں! خدا نے خیر کی! نہیں تو ظالم ذرا ذرا سے قصور پر دار پر کھنچوا دیتا ہے!

ایک: (ہنس کر) مہرافروز جیسا مال جو ملا ہے، اس لئے ذرا مزاج آج نرم ہے!

(دو بدصورت حبشی غلام آتے دکھائی دیتے ہیں)

دوسرا: (حبشیوں سے) ارے جلدی جاؤ! شہزادے صاحب یاد فرما رہے ہیں!

(وہ اندر چلے جاتے ہیں)

پہرے دار: اللہ غلام بنائے، غلام صورت نہ بنائے!

(دونوں ہنستے ہیں)

# اٹھاسواں سین

(فلیش بیک)

(وقت ——————— رات

مقام ——————— مہر افروز کا خیمہ

(مہر افروز عروسی کپڑے پہنے پھولوں سے لدی ہوئی سیج
کے قریب کھڑی امیر خسرو کا سکھایا ہوا گیت گاتی ہے)

مورا جوبنا نویلرا بھیو ہے گلال!
کیسے گھر دینی بکس موری مال!
مورے پیا خسرو کو کوئی سمجھائے
جوں جوں مناؤں وہ توروسا ہی جائے

مورا جوبنا نویلرا بھیو ہے گلال

گیت گاتے وقت، وہ بار بار انگلی میں بے نگ کی انگوٹھی کو دیکھتی ہے، اُس کا ہیرا غائب ہے گیت ختم کرکے وہ تکیہ کے نیچے سے ایک پُڑیا نکالتی ہے۔ پُڑیا کھولتی ہے اُس میں ہیرے کا چمکتا سفوف ہے)

مہرافروز: امیر خسرو کے نام پر!

(سفوف پھانک لیتی ہے۔ پلنگ کے پاس رکھی ہوئی تپائی پر رکھا کوزے کا پانی اُٹھا کر پی لیتی ہے۔ پھر مسہری پر لیٹ کر چادر سے مُنہ ڈھانک لیتی ہے)

---

# اُنہتّرواں سین

(فلیش بیک)

وقت ——————— رات

مقام ——————— ارکلیک کا خیمہ

(ارکلیک اپنے خیمہ میں لباس بدل رہا ہے۔ دونوں غلام اُس کی خدمت میں لگے ہیں۔ وہ اس کے جسم میں تیل کی طرح عطر ملتے ہیں۔ پھر وہ اُسے لباس پہناتے ہیں، اس کے گلے میں ہار اور بدھیاں ڈالتے ہیں ایک کنیز اندر داخل ہوتی ہے۔ کبھی حسین رہی ہوگی، مگر اب سن سے ڈھل چکی ہے)

**ارکلیک:** کیا ہے مرجانہ؟

**مرجانہ:** شہزادے! وہ خود ہی نہا دھو کر عروسی لباس پہن رہی ہے۔

**ارکلیک:** خود ہی سے؟ جبر کی ضرورت نہیں ہوئی؟

**مرجانہ:** جی نہیں شہزادے! جشنوں کے گرفت میں آنے کے بعد تھوڑا سا

پھڑپھڑائیں ضرور، مگر جلد ہی رام ہو گئیں ....

**ارکلیک:** (ہنس کر) غالباً سمجھ میں آ گیا کہ لاکھ پھڑپھڑائے ان فولادی پنجوں (اپنی داہنی مٹھی بند کر کے اٹھاتا ہے) میں سے نکل جانا اب محال ہے!...
(غلاموں سے) اچھا اب تم لوگ جاؤ! (وہ چلے جاتے ہیں۔) مرجانہ اب تم ہی ساقی گری کے فرائض انجام دو!

(وہ مسند کے قریب رکھی ہوئی ایک خوبصورت تپائی سے صراحی اور جام اٹھاتی ہے۔ اور رقص کر کے ارکلیک کو جام پر جام بھر کر پلاتی ہے وہ مدہوش سا ہونے لگتا ہے اور بڑبڑاتا ہے)

**ارکلیک:** میں اس کے حسن کا غرور آج ڈھا کے رہوں گا! ہونہہ، نکاح نہ کرے گی! نکاح! ارکلیک، شہنشاہ ہند کا بیٹا! ملتان کا گورنر!..... اور ایران کی ایک رقاصہ! نکاح!..... مجھ سے جوان رعنا پر امیر خسرو سے بوڑھے کو ترجیح!
(وہ دفعتاً مڑ کر آئینہ اٹھا لیتا ہے، اپنے جوان چہرے، مضبوط شانے اور بازوؤں کو دیکھتا ہے۔ پھر مرجانہ سے پوچھتا ہے)

**ارکلیک:** سچ بتا مرجانہ! میں تجھے کیسا لگتا ہوں؟

**مرجانہ:** آپ شہزادے؟ آپ!

**ارکلیک:** ہاں سچ سچ بتانا!

**مرجانہ:** میرا بس چلتا تو میں مہرافروز کے کپڑے چھین کر خود پہن لیتی اور اس کی جگہ پھولوں سے لدی سیج پر لیٹی ہوتی!

**ارکلیک:** (مرجانہ کے گال پر ایک انگلی مار کر) تیری باری آئے گی!.....

پھر کبھی !

(ایک انگوٹھی ہاتھ سے اُتار کر اُس کی
طرف پھینک دیتا ہے اور ہنستا لڑکھڑاتا
خیمہ سے باہر نکل جاتا ہے)

# ستّرواں سین

(فلیش بیک)

وقت ——— رات

مقام ——— مہر افروز کا خیمہ

(مہر افروز کی مسہری کو حبشنیں اور خواصیں گھیرے کھڑی ہیں۔ ایک کے ہاتھ میں ایک نقرئی طشت ہے۔ مہر افروز مسہری پر بیٹھی خون کی قے کر رہی ہے۔ ارکلیک گنگناتا ہوا داخل ہوتا ہے۔ نشہ میں پہلے تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ خیمہ میں مجمع دیکھ کر جھنجھلا اُٹھتا ہے!)

**ارکلیک:** یہ کیا میلہ لگا رکھا ہے ——— تخلیہ!

(پہلوان حبشنوں میں سے ایک اسکے قریب آکر سرگوشی کے لہجہ میں کہتی ہے)

گلشن : آپ اکیلے کیا کرینگے شہزادے!

ارکلیک : کیا بات ہے ؟

گلشن : جی اُنھوں نے ہیرا پیس کر کھا لیا ہے!

ارکلیک : (دانت پیس کر) اور تم لوگ کہاں مر گئی تھیں ؟

گلشن : (ذرا ڈر کر) عالی جاہ! ہم سے کہا "تم لوگ جاؤ، ہم خوشی خوشی دولہن بنتے ہیں!"

مہر افروز : (کھانستے ہوئے) خسرو! خسرو!

ارکلیک : (گلشن کو ڈھکیلتے ہوئے) یا جی کی زبان پر مرتے وقت بھی وہی نام ہے!

(اتنے میں گھوڑوں کے دوڑنے اور اسلحہ کے کھنکنے کی آواز کے ساتھ "گھیر لو! گھیر لو!" کی صدائیں سنائی دیتی ہیں۔ خیمہ میں سب ہی گھبرا کر آواز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں)

مہر افروز : وہ آ گئے! میرے خسرو آ گئے! میرے مالک! .......

(ایک سپاہی گھبرایا ہوا داخل ہوتا ہے)

سپاہی : شہزادے! شہزادے! امیر علاء الدین کی فوج نے ہمیں گھیر لیا ہے!

ارکلیک : ایں! علاء الدین! ارے بھاگو، بھاگو! اب جان کی خیر نہیں!

(ارکلیک سراسیمہ بھاگتا ہے۔ خواصیں بھی چیختی ہیں اور بھاگتی ہیں)

# اکہتّرواں سین

وقت ——————— فلیش بیک، رات

مقام ——— خیمہ کے باہر باغ

(باغ میں علاءالدین کے سپاہی گھوڑے دوڑا دوڑا کر ارکلیک کے بھاگتے ہوئے آدمیوں کو پکڑ رہے ہیں۔ ہر طرف "مارو! پکڑو! پکڑو!" کا شور ہے۔ عورتوں کی چیخ ہے، گھوڑوں کا ہنہنانا ہے، تلواروں کی جھنکار ہے۔ زخمیوں کی کراہ ہے، امان امان کی پکار ہے۔)

الاؤ کی روشنی میں گھوڑے پر سوار علاءالدین خلجی کا چہرہ چمکتا ہے۔ وہ باآواز بلند حکم دیتا ہے)

**علاءالدین:** کاٹ کر گرادو خیموں کو! عورتوں کے خیموں کو چھوڑ کر سب میں آگ لگادو!

دخیموں کی طنابیں کاٹ دیجاتی ہیں۔ وہ گر رہے ہیں۔ اُن میں آگ لگ رہی ہے، اُن کی روشنی میں ارکلیک ایک گھوڑے پر سوار بھاگتا دکھائی دیتا ہے۔ علاء الدین کی بغل میں ایک سوار کمان میں تیر جوڑتا ہے کہ ارکلیک کی پشت کو نشانہ بنائے۔ علاء الدین روکنے کیلئے ہاتھ اُٹھاتا ہے۔

**علاء الدین:** بھاگ جانے دو اُسے (ہنس کر) تمہارے شہنشاہ کا چہیتا بیٹا ہے!
(خود گھوڑے سے اُترتے اور سوار کی طرف باگ بڑھاتے ہوئے)
تم یہیں رہو، میں دیکھوں مہر افروز کا کیا حشر ہوا؟
(وہ مہر افروز کے خیمہ کی طرف جاتا ہے)

# بہتّرواں سین

(فلیش بیک)

وقت ——————— رات

مقام ——————— مہرافروز کا خیمہ

(مہرافروز شور سُن کر پلنگ سے اُٹھنے کی کوشش کرتی ہے لڑکھڑاتی ہوئی پلنگ سے چند قدم چلتی ہے۔ پھر فرش پر گر پڑتی ہے۔ منہ سے خون بہنے لگتا ہے!)

مہرافروز: آیئے بھی!......... امیر!

(علاءالدین داخل ہوتا ہے۔ مہرافروز کو فرش پر گرا ہوا دیکھ کر لپکتا ہے۔ دوزانو بیٹھ جاتا ہے اور اُس کا سر زانو پر رکھ لیتا ہے)

علاء الدین : مہر! مہر! کیا ہوا مہرؔ؟

مہرافروز : (آنکھیں کھول کر) آپ! آپ! امیر علاء الدین! (اٹک اٹک کر)

از سرِ بالینِ من برخیز اے.... ناداں طبیب!
دردمندِ.... عشق را..... دارو بجز.... دیدار نیست [۱]

(اور اُس کا منکا ڈھل جاتا ہے)

علاء الدین : اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلیہِ رَاجِعُون [۲]

(وہ مُردہ مہرافروز کو اُٹھا کر آہستہ سے مسہری پر لٹا دیتا ہے پھر ہاتھ مل کر کہتا ہے)

علاء الدین : میں شرمندہ ہوں امیر خسرو! میں اپنا وعدہ پورا نہ کر سکا! اب بجائے تمہیں سونپنے کے اِس پھول سے جسم کو خاک کو سونپ دوں گا۔

---

۱؎ اے بھولے بے وقوف حکیم! میرے سرہانے سے اُٹھ جا! عشق کے بیمار کی صرف ایک ہی دوا ہے اور وہ ہے محبوب کا دیدار!

۲؎ ہم خدا ہی کے ہیں اور اُسی کی طرف پلٹ کر جائیں گے۔

# تہتّرواں سین

وقت ـــــــــــ شام

مقام۔ باغ میں ایک تازہ قبر کے پاس

(امیر خسرو، علاء الدین، نائک گوپال، محمد شہ، علاء الدین کے سپاہی کھڑے ہیں۔ اجیت سنگھ بھی موجود ہے۔ علاء الدین خسرو سے اظہار افسوس کر رہا ہے)

**علاء الدین:** اور ہم نے اِس پھول سے جسم کو خاک کو سونپ دیا!

**نائک گوپال:** مٹی کی مورتی، مٹی میں مل گئی!

(امیر خسرو لڑکھڑاتے ہوئے قبر کی طرف بڑھتے ہیں)

**امیر خسرو:** (بڑبڑاتے ہوئے) اُس نے کہا تھا، میرا دل کہتا ہے۔ پھر کبھی ملاقات

نہ ہوگی! مگر... مگر اُسنے تاکید کی تھی میری قبر پہ.... ایک بار ضرور آنا (چیخکر) میں آگیا' مہر افروز! میں آگیا! (وہ قبر پر گر پڑتے ہیں' علاءالدین اپنے ساتھیوں کو اشارہ کرتا ہے۔ سب گھوڑوں پر سوار ہوکر آہستہ آہستہ چلے جاتے ہیں۔ محمد شہ اور نانک بھی چلے جاتے ہیں' اجیت سنگھ اور اُسکے ساتھی بھی چلے جاتے ہیں۔ امیر خسرو تنہا رہ جاتے ہیں اور قبر پر گال رکھے رو رو کر گا رہے ہیں:

خسرو رین سہاگ کی جاگی پی کے سنگ      تن میرو من پیو کو دو دو بھئے اِک انگ

(وہ یونہی گا رہے ہیں کہ دفعتاً آواز آتی ہے)

**آواز:** کیا کر رہے ہو ترک اللہ! بھول گئے کہ یہ دُنیا نظر کا دھوکہ ہے محض دھوکا!

**خسرو:** (سر اُٹھا کر) ایں! پیر و مرشد نظام الدین اولیاء کی آواز!

**آواز:** ہاں ہاں اُٹھو! مٹی میں دبے ہوئے مٹنے والے حُسن کو نہ ڈھونڈھو! اپنے دل میں درخشاں جمال کو دیکھو' وہی امر ہے' وہی غیر فانی ہے؛ یہ وقتی دردِ جدائی بھی اِسی حُسنِ لازوال کا جلوہ ہے' اُٹھو اور اُسکی روشنی میں دُنیا کو دُکھ درد بھول جانے کا طریقہ بتاؤ!

**خسرو:** (گھٹنے ٹیک کر اور ہاتھ جوڑ کر) پیر و مرشد! پیر و مرشد! آپ کہے ہوتے ہیں؛ میں؟

**آواز:** ہاں ہاں تم! میں بھی تو بھانجے کے غم میں چھ مہینے سے نہیں مسکرایا تھا' تمہیں نے مجھے ہنسایا' مجھ جیسے کو بھی تمہاری ضرورت ہے۔ آؤ' اُٹھو!

**خسرو:** آیا پیر و مرشد! آیا' بروقت ٹوکا آپنے! (اور وہ گاتے ہوئے چلے جاتے ہیں)

گوری سوئی سیج پر مکھ پر ڈارے کیس      چل خسرو گھر اپنے رین بھئی چو دیس! چو دیس!

(آواز آہستہ آہستہ فضا میں غائب ہوجاتی ہے)

# چوہتّرواں سین

وقت ——— قبل غروب آفتاب

مقام —— نظام الدین اولیا۔ کی درگاہ!

(نظام الدین اولیار کی درگاہ کے باہر بسنت کا میلہ سا ہے، سب لوگ گاتے بجاتے ہنستے کھیلتے، خوشیاں مناتے درگاہ کی طرف چلے جا رہے ہیں اس جم غفیر کے سب سے آگے امیر خسرو، امیر حسن، نائک گوپال، اُنکے چیلے اور محمد شہ ہیں، اُنکے بھی آگے چھمو ناچتی ہوئی چلی جا رہی ہے، امیر خسرو کی پگڑی اور کمر میں سرسوں کے زرد زرد پھول لگے ہیں۔ یہی حال تمام دوسرے موسیقاروں کا بھی ہے چھمّو کے سر پر انہیں پھولوں کا تاج ہے ——— امیر خسرو اپنا ستار بجا بجا کر اپنی مشہور قوالی "رنگ" میں گا رہے ہیں اور سارے موسیقار اُن کا ساتھ دیتے ہیں)

آج رنگ ہے، اے ہاں رنگ ہے

آیو پیر پا یئو نجام الدین اولیار

جگ اُجیارو میں تو آیو رنگ اور نہیں دکھوری

دیس بدیس میں توڈھونڈھ پھری ہوں

تورا رنگ نہیں پا یئو رے نظام الدین اولیار

(امیر اور چھمّو جیسے ہی پھاٹک کے پاس پہنچتے ہیں، قلندروں کا گروہ جو اُنکی پذیرائی کے لئے موجود ہوتا ہے چھمّو کے ساتھ رقص کرنے لگتا ہے اور "آج رنگ ہے، آج رنگ ہے!" کے ملند نعروں کی تکرار کے ساتھ ساتھ رقص بھی تیز تر ہوجاتا ہے ـــــ امیر خسرو کو دفعتاً کچھ یاد آتا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ ناچنے گانے والے مجمع سے اپنے کو الگ کرتے ہیں۔ پھاٹک سے پیٹھ لگا کر کھڑے ہوجاتے ہیں اُنکی آنکھوں کے سامنے زمین و آسمان، پورا مجمع چکر کھانے لگتا ہے۔ وہ بڑبڑاتے ہیں ـــــ)

امیر خسرو: سب ہیں، بس وہی نہیں، جس کا رقص قیامت تھا، جس کے پاؤں میرے دل کے تار پر ناچتے تھے!

(اور دفعتاً دُھند لکے سے مہرافروز کا چہرہ اُبھرتا ہے اور وہ پھر اُسی طرح ناچتی دکھائی دیتی ہے جس طرح امیر و یاراں میں درگاہ کے سامنے اس سے قبل ناچی تھی اور امیر خسرو کے کانوں میں وہی گیت گونجنے لگتا)

"مورا جوبنا نویلرا بھیو ہے گلال!"